ماہنامہ
دلیل راہ
لاہور

جمادی الثانی 1428ھ - جولائی 2007ء

[illegible]

[illegible]

صدر مشرف نے تنگ
[illegible]
کا جواب نہ دے سکے

[illegible]

اتفاق مسجد لاہور میں

ختم بخاری شریف

نور و رحمت کی برسات

ڈاکٹر منظور حسین

زندہ دلان لاہور کے لئے وہ دن نہایت خوشیوں اور برکتوں کا حامل تھا جب لاہور کی سرزمین پر عالم اسلام کے بطل حریت، خانوادہ رسول ﷺ کے عظیم سپوت، شیخ القرآن والحدیث پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب نے جمعہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا۔ اہل لاہور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر کریں کم ہے کہ اس نے اپنے محبوب ﷺ کی اولاد واطہار میں سے ایک عظیم سید زادے کو اہل لاہور کی علمی، دینی اور روحانی پیاس بجھانے کے لئے مامور فرمایا۔ ماڈل ٹاؤن کی انتہائی محتاط فضا میں روح پھونکنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن لوگوں کے دلوں میں کسی کی محبت پیدا کرنا خالق کائنات کے لئے کچھ مشکل نہیں وہ جو چاہے تو لوگوں کے دل کسی کی جانب مائل کر دے اور جب چاہے تو کسی کے لئے یہ وسیع دنیا بھی تنگ کر دے۔ علم وعمل اور تقریر وتدریس کے حسین امتزاج کے حامل، دنیاوی ودینی علوم کے ماہر سید ریاض حسین شاہ کو اللہ نے وہ محبوبیت عطا کی ہے کہ لاکھوں نوجوان ان پر اپنی جوانیاں نچھاور کرنے کو تیار ہیں۔ اہل سنت کے علماء سے لے کر عوام الناس تک، تاجروں سے لے کر سرکاری اہلکاروں تک سبھی شاہ جی کی محبت کا دم بھرتے ہیں انھی محبتوں کے امین شاہ جی یوں تو پوری دنیا میں پیغام رسول عام کرنے کا مشن اپنائے ہیں اور اندرون وبیرون ملک درس قرآن ودرس حدیث سے امن وآشتی کا پیغام ارزاں کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ لاہور چونکہ ان کا مرکز خطابت ہے اس لئے علم وعرفان کی بارش لاہور میں امتیازی شان سے برستی ہے۔ اتفاق مسجد میں دو مرتبہ تفسیر قرآن پڑھانے کے بعد جب دورہ حدیث کا اعلان کیا گیا تو متلاشیان علم کی خوشی قابل دید تھی۔ لاہور کے عوام الناس کے لئے علم حدیث سیکھنے کا یہ نادر موقع تھا اگرچہ کنواں پیاسے کے پاس چل کر خود کبھی نہیں آتا لیکن اولاد رسول ﷺ کی فیض ارزانی کی یہ ایک جھلک تھی جو راولپنڈی کو سیراب کرنے کے بعد لاہور کی سرزمین کو فیض یاب کرنا چاہتی تھی چنانچہ 25 دسمبر 2004 کو علماء وعوام الناس کے لئے دورہ حدیث شریف شروع کیا گیا حدیث کی چھ کتابوں کے علاوہ طحاوی شریف پڑھانے کا عزم مصمم لئے یہ عظیم کام حدیث کی کتاب بخاری شریف سے شروع کر دیا گیا۔ اساتذہ میں پیر سید ریاض حسین شاہ کے علاوہ مفتی محمد صدیق ہزاروی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ، شیخ الحدیث علامہ نور محمد بندیالوی، پیر سید شمس الدین بخاری، علامہ حسنات احمد مرتضےٰ، علامہ لیاقت علی، علامہ حافظ محمد اکبر، علامہ رضوان انجم، حافظ محمد اشرف ودیگر راسخین فی العلم شامل تھے۔

ایک جماعت تھی جو رات دن احادیث یاد کرتی رہتی

قرآن سمجھنے کے لئے حدیث رسول ﷺ کا سہارا ناگزیر ہے اور عرب وعجم میں حدیث رسول ﷺ کی کتاب بخاری شریف کا مرتبہ قرآن پاک کے بعد اول درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ قرون اولیٰ میں لوگ ایک حدیث سیکھنے کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر بلکہ دوسرے ملک تک کا سفر کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث محفوظ کرنا، اسے یاد کرنا صحابہ کرام کا شیوہ محبت تھا۔ اصحاب صفہ تو دن رات احادیث رسول ﷺ یاد کرنے میں گزارتے۔ جن میں ایک بڑا نام حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے روایت حدیث میں تعداد کے لحاظ سے ان کا نام اول درجہ پر ہے۔ وہ لوگ بہت خوش قسمت ہیں جن کے دل ودماغ فرمان اللہ اور فرمان رسول ﷺ سے جگمگاتے ہیں، جن کی الواح دل پر احادیث رسول ﷺ رقم ہیں اور جن کو اس افراتفری کے عالم میں محبوب خدا ﷺ کے محبوب اقوال کو سننے اور یاد رکھنے کی توفیق ملی ہو۔ اتفاق اسلامک سنٹر کے زیر اہتمام منعقدہ دورہ حدیث شریف کے لئے تقریباً دو سو پچاس "یاران نکتہ دان" اور متلاشیان علم وحکمت نے فارم جمع کروائے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مادیت کے اس دور میں جہاں کیبل کلچر اور مغربی فکر امت مصطفےٰ ﷺ کو گمراہ کر رہی ہے وہاں دین سے محبت رکھنے والے اور علم دین حاصل کرنے سے خواہشمندوں کی بھی کمی نہیں۔

آپ کی میٹھی میٹھی باتوں نے جیسے سامعین پر سحر کردیا ہو

25 دسمبر 2004 کو شروع ہونے والی کتاب بخاری شریف شب وروز کے مختلف ادوار طے کرتے ہوئے 29 دسمبر 2006ء کو اختتام پذیر ہوئی تو محدثین کرام کے طریقہ پر ختم بخاری شریف کی تقریب منعقد کی گئی اس تقریب میں بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھانے کا شرف ملک کے عظیم عالم دین مناظر اسلام علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب نے حاصل کیا۔ علامہ محمد اشرف سیالوی علماء اسلام میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں، بخاری شریف کی آخری حدیث جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے "فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں اور رحمان کو بڑے پیارے ہیں۔ (وہ کلمے یہ ہیں) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس حدیث پر انھوں نے نہایت سیر حاصل گفتگو کی اور تقریب میں موجود علماء ومشائخ سے داد وصول کی۔ آپ نے حدیث شریف پر فنی گفتگو کے بعد ذکر اللہ پر روشنی ڈالی اور لوگوں کو دعوت دی کہ اپنے شب وروز اللہ اور اس کے رسول کے ذکر میں گذاریں کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

سردیوں کی ٹھٹھرتی رات میں لوگوں کا جم غفیر حدیث رسول ﷺ سے محبت کا غماز تھا۔ علامہ محمد اشرف سیالوی کا دھیمہ لہجہ، پر مغز گفتگو اور عالمانہ نکات حدیث رسول ﷺ کے نور کی برسات برسا رہے تھے اور عوام الناس کا سکوت اس نورانی برسات کو دھیمے دھیمے دامن میں سمیٹ رہا تھا۔ یہ تقریب اس لحاظ سے امتیازی حیثیت کی مالک تھی کہ لاہور شہر کے جامعات کے پرنسپلز اور علماء ومشائخ کثیر تعداد میں سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ جن میں شمس العلماء پیر سید شمس الدین بخاری، شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی، شیر اہلسنت مفتی محمد اقبال چشتی، یادگار اسلاف پیر محمد نور الٰہی انور، صاحبزادہ رضائے مصطفٰے، مفتی محمد مسعود الرحمان، علامہ حسنات احمد مرتضٰے، علامہ لیاقت علی، علامہ رضوان انجم، علامہ حافظ محمد اکبر، حافظ محمد اشرف وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

اس نورانی محفل میں نقابت کے فرائض عالم اسلام کے مایہ ناز خطیب مقرر شعلہ بیاں مفتی محمد اقبال چشتی صاحب ادا کر رہے تھے۔ مناظر اسلام علامہ محمد اشرف سیالوی صاحب کی نکات سے لبریز گفتگو جب ختم ہوئی تو نقیب محفل نے ہزاروں دلوں کی دھڑکن کو محسوس کرتے ہوئے علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کو دعوت خطاب دی۔ قبلہ شاہ جی نے کھڑے ہو کر تقریر کرنا چاہی تو مفتی محمد اقبال چشتی صاحب نے اصرار کیا کہ آپ بیٹھ کر تقریر کریں۔ مفتی صاحب جانتے تھے کہ اگر شاہ جی نے کھڑے ہو کر تقریر کی تو ناسازی طبع کی وجہ سے شاید زیادہ دیر گفتگو نہ کر سکیں جبکہ مجمع شاہ صاحب کی گفتگو زیادہ دیر تک سننا چاہتا ہے۔ بہر حال شاہ صاحب قبلہ مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور سنت مبارکہ کے مطابق نہایت دھیمے انداز سے گفتگو کا آغاز فرمایا۔ ادھر مجمع پر عجب سکوت کا عالم طاری تھا۔ اپنے دھڑکتے دلوں کی آواز بھی شاہ صاحب کی آواز کے آگے ناگوار گزر رہی تھی ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا لوگ ادب کی وجہ سے سانس بھی آہستہ آہستہ لے رہے ہیں اور پھر ماڈل ٹاؤن کی فضا میں شاہ صاحب کی نورانی آواز کسی شیر کی طرح گرجنے لگی اگرچہ آپ باقاعدہ تقریر کے موڈ میں نہ تھے لیکن پھول اپنی پنکھڑیوں کو بند بھی کر لے تو ہوا خوشبو کو چرا ہی لیتی ہے۔ حسن پردے میں بھی ہو تو حسن کے انداز ہی دیوانہ بنا دیتے ہیں۔ آپ کی میٹھی میٹھی باتیں دلوں کو مٹھی میں لے کر ادھر سے ادھر حرکت دے رہی تھیں۔ آپ نے عوام سے فرمایا کہ علم دین سیکھیں اور علماء سے فرمایا کہ گوشہ نشین ہو کر قوم کو دین اسلام کی تعلیم دیں۔ آپ نے لاہور میں ایک انوکھے انداز سے درس نظامی شروع کرانے کا پروگرام بتایا کہ اس درس نظامی کے کورس میں گریجوایٹ داخلہ لے سکیں گے جن کو بعد میں کوئی ایک انٹرنیشنل زبان (International Language) بھی سکھائی جائے گی اور پھر ان کو پوری دنیا میں پھیلا دیا جائے گا تاکہ یہ لوگ دین اسلام کو چار دانگ عالم میں پھیلانے کی کوشش میں اپنا اپنا حصہ ادا کر سکیں اور یہ دنیا دین اسلام کے نور سے منور ہو سکے۔ قبلہ شاہ جی نے فرمایا کہ اس کورس میں ہر طالبعلم کو ماہانہ مشاہرہ بھی دیا جائے گا تاکہ طلباء اپنی تمام تر توجہات تعلیم پر مرکوز کر کے دین اسلام کے سچے سپاہی ثابت ہو سکیں۔

علامہ اشرف سیالوی نے جب بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی...

سردیوں کی ٹھٹھرتی رات میں حدیث رسول ﷺ کا نور بکھیرتی یہ محفل دیئے گئے وقت کے مطابق اختتام پذیر ہوئی اور لوگ اپنے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا چراغاں لے کر گھروں کو لوٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ شاہ جی اور دیگر علماء اہلسنت کے علم و عمل و صحت میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

✿✿✿

جتنے بت خانے بناؤ میں ابھی زندہ ہوں

ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

چیف جسٹس جناب افتخار محمد چوہدری کی غیر آئینی معطلی اور اس پر عوامی ردعمل کے پس منظر میں مجھے اپنے دیرینہ دوست، حق و صداقت اور اخلاص و رضا کی راہوں کے ساتھی، ملتان کے ممتاز قانون دان وسیم ممتاز ایڈووکیٹ کے والد مرحوم جناب ممتاز العیشی بہت یاد آرہے ہیں۔ وہ اپنے عہد کے بہت بڑے صاحب اسلوب شاعر اور نکتہ داں دانشور تھے۔ ان کی شاعری جبر اور ظلم کے خلاف جرأت و حریت کی فکری جدو جہد سے عبارت تھی۔ حال ہی میں ان کا مجموعہ کلام ''میں ابھی زندہ ہوں'' کے نام سے شائع ہوا یہ عنوان ان کی ایک غزل کی ردیف ہے ''میں ابھی زندہ ہوں'' وہ فرماتے ہیں۔

ایک مدت سے ہوں مرگِ مسلسل کا شکار
مجھ کو احساس دلاؤ میں ابھی زندہ ہوں
درِ مقتل، ور زنداں ابھی وا رہنے دو
اپنی رسموں کو نبھاؤ میں ابھی زندہ ہوں
میں نے ہر دور میں خواہش کے صنم توڑے ہیں
جتنے بت خانے بناؤ میں ابھی زندہ ہوں

''شاعری کا سقراط'' کے عنوان سے ان کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر انور جمال صاحب نے اس غزل کے حوالے سے لکھا کہ اس غزل کا ''میں'' دراصل صداقت، انصاف، جدو جہد اور حق کا نمائندہ ہے اور جھوٹ، ظلم، کم عملی اور باطل قوتوں کو یہ باور کراتا ہے کہ سماجی انحطاط اور زمانے کے ادبار کی وجہ سے کمزور ضرور ہوا ہوں لیکن ہوشیار کہ ''میں ابھی زندہ ہوں''۔ یہ مصرعہ، یہ غزل، یہ دیوان اور صاحب دیوان جناب ممتاز العیشیؔ کے یاد آنے کی وجہ وطن عزیز پاکستان کے فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف کی طرف سے عدالتِ عظمیٰ پاکستان کے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی معطلی اور نظر بندی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہمارے وطن پر مجموعی طور پر جبر کا تسلط رہا ہے اور معاشرے میں جبر وستم کے مقابل حق اور سچ کے نام لیوا پسپا ہونے پر مجبور ہوئے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ نظریہ ضرورت کے مؤسس جسٹس منیر اور ان کے بعد پی سی اوز کے تحت حلف اٹھانے اور فوجی حکومتوں کو سند جواز دینے والے ابھی عدالتوں ہی کے جج تھے لیکن اب کی بار حکمرانوں کو جس جسٹس سے پالا پڑا ہے وہ ذرا مختلف واقع ہوا ہے۔ وہ نہ ڈرا ہے، نہ جھکا ہے، نہ بکا ہے، نہ اس نے معذرت کی ہے نہ اس نے استعفیٰ دیا ہے اگر چہ اسے بزور شمشیر ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھنے والے فوجی حکمران سے انصاف کی اُمید تو نہیں پھر بھی اس کی استعفیٰ کی بجائے اپنا مقدمہ لڑنے کو ترجیح دی ہے۔ اس کے اس ایک قدم نے صرف اسی کو سر بلند نہیں کیا عدلیہ کے چہرے پر پڑے نظریہ ضرورت کو بھی صاف کرنے کی سعی کی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا ہے جیسے وہ فوجی بادشاہ سے کہہ رہا ہو کہ آپ نے منتخب وزیر اعظم میاں نواز شریف کو برطرف کیا۔ منتخب صدر رفیق تارڑ کو عہدے سے الگ کیا۔ ایک چیف جسٹس آف پاکستان کو باہر جانے پر مجبور کیا۔ اپنے بنائے ہوئے وزیر

> **ان کی شاعری جبر اور ظلم کے خلاف جرأت و حریت کی فکری جدو جہد سے عبارت تھی**

اعظم میر ظفراللہ جمالی کوایک سال کے بعد الگ کیا۔ چوہدری شجاعت حسین کو سہ ماہی وزارت عظمیٰ کا جھولا جھلایا۔ آپ نے ملک اور قوم کے محسن ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پورے عالم میں رسوا کرنے کی مذموم کوشش کی۔ غرض آپ نے جو خواہش کی اسے پورا کیا لیکن ضروری نہیں کہ اب ہمیشہ آپ کی ہر خواہش پوری ہوتی رہے گی۔

میں نے ہر دور میں خواہش کے صنم توڑے ہیں
جتنے بت خانے بناؤ میں ابھی زندہ ہوں

آپ نے ملک اور قوم کے محسن ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پورے عالم میں رسوا کرنے کی مذموم کوشش کی

اس وقت نوائے وقت کے ارشاد عارف سے لے کر جنگ کے ارشاد حقانی تک ڈاکٹر فاروق حسن سے لے کر ایاز میر تک، اعتزاز احسن سے لے کر احسن ظفر تک، عمران خان سے لے کر میاں نواز شریف تک اب یک زبان ہیں کہ یہ ظلم ہے، یہ زیادتی ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ فوجی حکمران نے اپنی کرسی صدارت کا مستقبل محفوظ بنانے کیلئے ایک انتہائی مکروہ فعل شروع کر دیا ہے۔ ملک کی تمام بار کونسلیں، وکلاء، ریٹائرڈ جج صاحبان، اپوزیشن رہنما اور سب سے بڑھ کر ملک کے عوام یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ چیف جسٹس کو اس طرح نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

اختلاف اس بات سے نہیں ہے کہ جسٹس افتخار چوہدری پر الزامات کی تحقیق کیوں ہو رہی ہے اختلاف اس بھونڈے طریقہ کار سے ہے جو اختیار کیا گیا ہے کچھ اہل رائے نے تو نعیم بخاری ایڈووکیٹ کے فرمائشی خط کے مندرجات پڑھ کر ہی پیشین گوئی کر دی تھی کہ عدالت عظمیٰ کے سربراہ کے خلاف کوئی بڑی کارروائی ہونے والی ہے اور بعض محتاط حلقے اسی وقت سے کہہ رہے تھے جب چیف جسٹس نے دوسو ارب کی سٹیل مل کو 21 ارب روپے میں سمندر برد کرنے کی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا۔ بے گناہ معصوم بچوں کی بڑھتی ہوئی اموات کا از خود نوٹس لیتے ہوئے بسنت کی پتنگ بازی پر پابندی لگائی تھی۔ بے شمار لاپتہ افراد کی بازیابی کے لیے حکومت کو نوٹس جاری کیے تھے۔ ظلم کا شکار ہونے والے کتنے ہی مظلوم لوگوں کی داد رسی کے لیے پولیس افسران کو عدالت میں طلب کر کے احکام جاری کیے تھے۔ ان کے ان اقدامات کی وجہ سے عوام میں عدلیہ کا وقار بلند ہوا تھا، عالمی سطح پر پاکستان کا نام روشن ہوا تھا، عوام عدلیہ پر اعتماد کرنے لگے تھے۔ جسٹس افتخار محمد چوہدری کی ذات سے عدالتی بگاڑ کی اصلاح کی توقعات وابستہ کرنے لگے تھے لیکن ظاہر ہے عوام کی خواہشات پوری ہونے لگیں تو حکمرانوں کی خواہش دم توڑنے لگتی ہیں اس لیے حکمران اکثر عوام کی خواہشات اور تمناؤں کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ نعیم بخاری صاحب جن کے خط کو بنیاد بنا کر ملک کو اتنے بڑے حادثے سے دوچار کیا گیا ہے اب وہ بھی کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کہہ رہے ہیں کہ آئین کے آرٹیکل 209 میں صدر کو چیف جسٹس کے خلاف ریفرنس بھیجنے کا اختیار تو ہے لیکن انہیں معطل کرنے اور غیر فعال کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اس سب پر مستزاد ستم بالائے ستم یہ کہ جسٹس افتخار محمد چوہدری پر مقدمہ بعد میں چلے گا اور سزا پہلے سنا دی گئی ہے۔ حکومت کے تنخواہ دار ترجمان وزیر اطلاعات مسلسل کوے کو سفید ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ بزرگ سیاستدان اصغر خان کے بقول چیف جسٹس صاحب نظر بندی کی سی کیفیت سے دوچار ہیں ان کے فون کاٹ دیے گئے ہیں۔ اخبارات اور ٹی وی پر پابندی ہے، ملنے جلنے والوں پر پابندی ہے مگر وزیر اطلاعات بدستور کہے جا رہے ہیں کہ ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ایک بڑے پتے کی بات چوہدری شجاعت نے بھی کہہ ڈالی ہے کہ اصل جھگڑا عدلیہ اور فوج میں ہے۔ اس کو اگر بغور پڑھا جائے تو اس حالیہ صدارتی اقدام کے ڈانڈے امریکی نائب صدر کے دورے سے ملائے جاسکتے ہیں بغیر کسی ایف آئی آر کے بے شمار افراد کی گمشدگی پر ملکی اور غیر ملکی خفیہ ایجنسیاں بھی زیر بحث آ رہی تھیں اور اس کے خلاف پٹیشن سپریم کورٹ میں ہے۔ عراق اور ایران میں بدلتی ہوئی صورت حال اور ملک کے اندرونی حالات کو ملا کر انتخابات ملتوی کرنے اور پھر انہی اسمبلیوں سے دوبارہ باوردی صدر منتخب ہونے کی خواہش نے بھی صدر کو یہ چال چلنے کا راستہ دکھایا ہے لیکن وکلا اور عوام نے جس طرح ان کے اقدام کو مسترد کیا ہے اور جس جوش و خروش سے چیف جسٹس کے ساتھ کھڑے نظر آئے ہیں اس سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اب قوم کا اجتماعی ضمیر انگڑائی لے رہا ہے اور ہر پاکستانی کے اندر کا

> فوجی حکمران نے اپنی کرسی صدارت کا مستقبل محفوظ بنانے کیلئے ایک انتہائی مکروہ فعل شروع کر دیا ھے

''میں'' خواب سے بیدار ہو رہا ہے اسے اپنے زندہ ہونے کا احساس ہو رہا ہے اور وہ کہتا سنائی دے رہا ہے۔

ایک مدت سے ہوں میں مرگ مسلسل کا شکار
مجھ کو احساس دلاؤ میں ابھی زندہ ہوں

جب چیف جسٹس نے دوسو ارب کی سٹیل مل کو 21 ارب روپے میں سمندر برد کرنے کی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا

> اختلاف اس بھونڈے طریقہ کار سے ہے جو اختیار کیا گیا ہے

> پاکستان، پاکستان بننے کی منزلوں کی طرف عازم سفر ہو رہا ہے

اس تخریب میں تعمیر کی ایک صورت بھی پوشیدہ ہے اگر جبر کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی رسم واقعی تج دی گئی، شخصیات کی بجائے اداروں کو اہمیت دی جانے لگی، انصاف کا بول بالا ہونے لگا تو وہ دن دور نہیں جب پاکستان، پاکستان بننے کی منزل کو پالے گا۔ضرورت ہے کہ جناب چیف جسٹس نے جس حوصلے اور جرأت کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس پر ڈٹے رہیں ثابت قدم رہیں اگر انہیں سزا بھی دے دی جائے تو وہ اس کو سہہ جائیں۔ تاریخ کی عدالت کا فیصلہ ان کے حق میں رقم ہوگا۔ اگر وکلا کی طرح عدالتیں بھی یکسو، یک رخ، یک فکر اور متحد ہو جائیں تو آئندہ کسی طالع آزما کو آئین پاکستان کو تختہ مشق بنانے کی جرأت نہیں ہوگی۔ جب ملک میں مارشل لاء لگتا ہے اگر سارے وکلا اور سارے جج صاحبان طے کرلیں کہ وہ اس نظام کا حصہ نہیں بنیں گے اور پھر ملک کے عوام ان کی پشت پر کھڑے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ وطن عزیز میں حقیقی جمہوریت مستحکم نہ ہو سکے۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تاریخ کروٹ لے رہی ہے اور پاکستان، پاکستان بننے کی منزلوں کی طرف عازم سفر ہو رہا ہے۔ کاش! اس سفر میں قوم کے سارے رہنما بھی اپنی اپنی جماعتوں کا مفاد چھوڑ کر قوم کے مفاد کو مدنظر رکھ کر فیصلے کر سکیں۔ میں ان سطور کا اختتام بھی جناب ممتاز العیشی کے دو اشعار پر کرنا چاہوں گا۔ اللہ کریم ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی فکر حریت کو قوم کے ایک ایک فرد اور رہنما کے لیے نشان راہ بنا دے۔

افسردہ ستاروں کے جھرمٹ، تکتے ہیں افق کی مستی کو
ظلمت پہ بھی ٹوٹے قہر نیا خورشید نکلنے والا ہے
اے قافلے والو! جاگ اٹھو اب راہ دکھائی دینے لگی
وہ دیکھو فصیل شہر نیا خورشید نکلنے والا ہے

✿✿✿

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یزیدیت کے تازہ علمبردار

آیئے! ہم سوچتے ہیں ہمارا ترقی کا سفر کیسے ممکن ہو، جو کٹنا پٹنا تھا وہ تو ہو ہی چکا ہے، حالات نے جو ہمیں ادھیڑنا تھا وہ ادھیڑ ہی چکے ہیں، ذلتوں نے جیسے ہمیں پیسنا تھا وہ پیس چکی ہیں۔ انقلاب کا کام سوچوں کی صحت سے ہونا چاہیے، سوچیں بُری طرح زخمی ہو چکی ہیں، مصنوعی لبادوں اور لباسوں نے منزل شناسی کا جوہر ہم سے چھین لیا ہے، ہم نے اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھ لیا ہے لیکن ہم کچھ بھی نہیں۔ وہ قوم جس کی عزت کا سودا حکمران ننگے تھال میں رقص مست ہو کر کرتے ہوں اور وہ بیچاری چیخ بھی نہ سکتی ہو اسے کیا کہلوانے کا استحقاق ہے۔ اب ہمارے ہیرو عباس رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ نہیں رہے، موبائل کی سکرینوں پر ننگی تھرکتی تصویریں "آئیڈیل" بن چکی ہیں۔ مذہبی سیاست فضل و قاضی کے داؤ پیچ میں الجھی ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی بجائے فی سبیل الاغرض کا احرام باندھ چکا ہے۔ مسلمان ریاستوں کی خود مختاری چھین لی گئی ہے۔ لگتا ہے عنقریب فطرت خود ہی اندھے حکمرانوں کے وجود کو نابود کر دے گی۔ ہڑتالیں کس لیے، کس کو بدلو گے، کس کے لیے؟ جلوس کیسے جن سے حسن و کرم کی خیرات مانگتے ہو وہ اپنی خوئے سرقہ و فساد کے خود عادل گواہ ہیں۔ محراب کی اپنی ایک تاریخ ہے اور اپنا ایک انداز، انہیں شیطانوں کی تاج پوشی کے جشن میں شریک نہیں ہونا چاہیے، انہیں اقدار و افکار کے ورثہ کی تحفیظ کے لیے اپنی صفوں کو منظم کرنا چاہیے۔ مدرسے غلط ضابطوں کی وجہ سے بھیڑیوں کے منہ میں چلے گئے ہیں۔ مغربی مہروں کے ساتھ "منظور شدہ سندیں" تقسیم کرنے والوں کو فضل حق خیر آبادی کی تاریخ پڑھنی چاہیے۔ یہ سارا کام سوچوں کے ٹھیک کرنے سے ہوگا۔ ہمیں سب سے پہلے، سب کے درمیان، سب کے روبرو، سب سے جدا، سب سے پہلے اور سب سے آخر بھی یہی سوچ اختیار کرنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں ایسا سوچنا ہی تگ و تاز کی تاریخ میں مضبوط تحریکی اساس فراہم کر سکے گا۔ اس وقت یقین جانئیے ہماری سوچیں فنا ہو چکی ہیں اور اسلامی فکر کو برباد کرنے کے لیے الیکٹرانک میڈیا سے لے کر پرنٹ میڈیا تک الا ماشاء اللہ مصروف کار ہیں۔ حکمرانوں نے تو جیسے قسم کھائی ہوا اسلامی افکار کے ورثہ

کو تباہ و برباد کرنے کی۔ آپ کو اور ہمیں زندگی کے ہر میدان میں صوفیائے کرام کی طرح دل کی ہر دھڑکن اور ہر سانس کے ساتھ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم مسلمان ہیں۔ پیروں فقیروں کی خانقاہوں میں بیٹھنے والوں سے بھی کہوں گا کہ قوم کو نغمہ و نے سے چھٹکارا دلائیں اور خواجہ غریب نواز، بہاؤالحق زکریا ملتانی اور سید عبداللہ شاہ غازی اور سید جلال محمود مکی کی طرح انسانی قافلوں کی خبر رکھیں اور ان میں مسلمان ہونے کا شعور پختہ تر کریں تاکہ افکار، عمل اور ہر اقدام اخلاص کی بنیادوں پر موثر ہو سکے۔

پچھلے کچھ عرصہ سے بابوؤں سے ''بیبیوں'' تک جرنیلوں سے کرنیلوں تک، میانوں سے خانوں تک بلکہ سرکاری پٹوں پر بیٹھے علماؤں سے ملاؤں تک سب اسلام کا استیصال کر رہے ہیں۔ باقی تو جو کچھ کر رہے ہیں کر ہی رہے ہیں ہم خدا ترس علماء و صوفیا سے یہی اُمید رکھیں گے کہ یہ وقت ہے اسلام کے لیے سوچنے کا اور کچھ کرنے کا صحیح حکمت عملی ہی قوم کو کچھ دے سکتی ہے۔

بنیادی بات اسلامی فکر اور اسلامی عقیدہ کی حفاظت ہے۔ مخلصین فی الاسلام کی طرف سے قرآنی افکار اور رسولی منہاج کی عملی اور روحانی تحریک بپا ہونی چاہیے۔ اس مقصد عظیم کے حصول کے لیے وہ قیادتیں جو حکومتی عہدے قبول کرتی رہتی ہیں شاہوں، بادشاہوں کے اشاروں پر ناچتی ہیں۔ ان سے منفعتیں اور مفادات حاصل کرنے کے داؤ چکر میں رہتی ہیں، ایسے لوگ کچھ بھی نہیں۔ مسلمانوں کو ان سے اُمید رکھنے کا سلسلہ چھوڑ دینا چاہیے، انہیں ووٹ دینا اور ابلیس کو ووٹ دینا برابر ہے۔ یہ ہمیشہ چاندی سونے کے عوض ترازوؤں پر تلتے رہتے ہیں۔ مادی زندگی کی صورت گریاں انہیں اللہ سے غافل بنائے ہوئے ہیں۔ اس کا علم حجاب اکبر بن چکا ہے۔ لسانی، تمدنی، علاقائی اور فرقہ وارانہ مکروہ تصورات ان کے لیے سیاست کا دام تزویر بن چکے ہیں۔ یہ سب لوگ ''پریشر پولیٹکس'' کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے مجرم سیاست والوں کے آلہ کار ہیں، ان کے اپنے ذہنوں میں اسلام کا تصور دھندلا ہو چکا ہے۔ ان کی قیمتیں ہیں منصب، امتیاز، پونڈ، ڈالر، چاندی، سونا۔ مغربی سازشی ہتھکنڈوں کے خلاف مصطفےٰ کمال پاشا جیسے لوگ، سرسید ایسی طرز زندگی رکھنے والے لوگ دین کی کوئی خدمت سرانجام نہیں دے سکتے۔ حفاظت دین کا کام ہمیشہ جانباز علماء اور وفاکیش صوفیا نے کیا ہے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار داعیان الی الحق میں کیا کسی ایک نے بھی سرکش اور طاغوتی قوتوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے۔ مسلمان مجاہدین کو طعن و تشنیع، مذاق و ہرزہ اور تعریض و بے وقعتی کی ہرگز پروا نہیں کرنی چاہیے۔ وہ جہاں بھی ہیں انہیں اپنے دین کے اصول و فروع پر صوفیائے اسلام کے انداز میں عملی اور روحانی انداز میں کام شروع کر دینا چاہیے۔ اسلام اللہ کا دیا ہوا دین ہے اس کی حفاظت اللہ خود فرمائے گا۔ ہم مسلمانوں کو ابتلاء کے اس دور میں اپنے رویے، فیصلے اور اقدامات مسلمان کر لینے چاہئیں۔ اگر ہم نے استقلال اور جہاد کا راستہ اختیار نہ کیا تو ہمیں کامیابی کی توقع ہرگز نہیں رکھنی چاہیے۔

ایک مفکر نے صحیح کہا تھا کہ طاغوت اور جبر دت کا انہماک دلوں اور دماغوں میں حق قبول کرنے کی صلاحیت ہی پیدا نہیں ہونے دیتا۔ مصلحت آمیز رویے اسلامی فکر کے حقیقی تشخص میں بگاڑ پیدا کر سکتے ہیں۔ علماء اور صوفیا کو حق کے ابلاغ کے لیے تلخ نوائی اور درشت گفتاری اور حق گوئی کا راستہ منتخب کرنا چاہیے تاکہ معاشرہ میں ہلچل پیدا ہو، کھرے اور کھوٹے کا راستہ الگ الگ ہو جائے اور سچائیوں کے پرستار طلسم اور فریب کی فضاؤں سے باہر نکلیں۔

صلابت فکر اور صلابت عقیدہ کے بعد مخلصانہ اعمال معاشرتی وزن پیدا کر سکتے ہیں اس لیے مسلمانوں کو اپنی عملی زندگی درست کرنی چاہیے۔ صحیح فکر اور مخلصانہ روحانی اعمال سے ہم اپنی آئندہ نسلوں کو ''جدوجہد'' کا صحیح اور متوازن منہاج دے سکتے ہیں۔

تیسری چیز تگ و تاز ہے، جدوجہد ہے، سعی، کاوش ہے یہ جبھی ممکن ہے کہ مسلمان جہاں جہاں ہیں اپنے آپ کو موثر بنائیں اور ایسا ممکن ہو سکتا ہے جب ان کے دل کے رشتے اللہ کی بندگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اطاعت و انقیاد کے ہوں۔

اللہ ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:

ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ
ولمّا یعلم اللّٰہ
الذین جھدوا منکم
و یعلم الصّٰبرین (ال عمران:۱۴۲)

کیا تم یہ گمان کر بیٹھے ہو
کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے
حالانکہ اللہ نے ابھی دکھلایا نہیں ہے
انہیں جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں
اور نہ انہیں جانچا ہے
جو ثابت قدم رہتے ہیں

یزیدیت کے قدیم پرچم برداروں کی طرح یزیدیت کے تازہ علم بردار ملت کے روبرو ہیں۔ جہاد ہی سے طلسم ٹوٹے گا۔

اے اللہ! ایک ایسی قوم جو فکر وعمل کے مرکز سے دن بدن دور ہو رہی ہے اُسے حق وحقیقت کا نور اور منزل نصیب فرما۔

آمین یا ربّ العالمین

سید ریاض حسین شاہ

ایمان کی اصل

مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاث من اصل الایمان الکف عن من قال لاالہ الااللہ ولا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل والجہاد ماض مز بعثنی اللہ الی ان یقاتل اخر امتی الدجال لا یبطلہ جور جائر ولا عدل عادل والایمان بالاقدار

(سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب الغزو مع ائمۃ الجور جلد اول ص ۳۴۳ مطبوعہ دارالحدیث بیرون بوہر گیٹ ملتان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تین (کام) ایمان کی اصل سے ہیں اس شخص سے رک جانا جو "لاالہ الااللہ" کہتا ہے اور اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو اور نہ کسی (برے) عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج قرار دو اور جہاد اس وقت سے جب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا ہے جاری ہے حتیٰ کہ میری اُمت کی آخری جماعت دجال کے خلاف لڑے گی اسے (جہاد کو) کسی ظالم کا ظلم اور کسی عدل کرنے والے کا عدل باطل (ختم) نہیں کرسکتا اور تقدیر پر ایمان لانا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے خادم خاص تھے آپ کی کنیت ابوحمزہ ہے۔ مدینہ طیبہ کے قبیلہ بنوخزرج سے تعلق ہے اور آپ کی والدہ کا اسم گرامی ام سلیم بنت ملحان ہے۔ رسول اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ دس سال کے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کو فقہ کی تعلیم دینے کے لئے بصرہ میں منتقل ہوئے۔ آپ بصرہ میں انتقال کرنے والے آخری صحابی ہیں۔ ۹۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے لئے رسول اکرم ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی تھی چنانچہ آپ کے ہاں ایک سو بچے پیدا ہوئے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ کی اولاد کی تعداد اسی ہے جن میں اٹھتر لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے احادیث روایات کی ہیں۔ (الکمال فی اسماء الرجال مصنفہ شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الطیف الخطیب صاحب مشکوۃ المصابیح)

لفظ اصل کا لغوی معنی یوں بیان کیا گیا ہے۔ اصل الشئی اسفلہ کاصل الجبل و یقابلہ الوصف والفرع۔ کسی چیز کے نچلے حصے کو اصل کہتے ہیں جیسے "اصل الجبل" پہاڑ کا نچلا حصہ اس کے مقابلے میں وصف اور فرع کا لفظ ہے۔ (الموسوعۃ الاسلامیہ العامہ ص ۱۵۸ تالیف محمود حمدی زقزوق رئیس المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ مصر قاہرہ)

قرآن مجید میں ہے "الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء" (سورہ ابراہیم آیت ۲۴) کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی مثال کس طرح بیان فرمائی وہ پاک درخت کی طرح ہے جس کی اصل (نچلا حصہ یعنی جڑ) قائم ہے اور اس کی فرع (اُوپر والا حصہ یعنی شاخیں) آسمان کی طرف ہیں۔ یہاں درخت کے نچلے حصے کو اصل اور اس کے مقابل کو فرع کہا گیا ہے۔

فقہاء کرام اور اصولیین کے نزدیک اصل کے کئی معانی ہیں۔

۱۔ راجح جس کو ترجیح حاصل ہو یعنی راجح، مرجوح (جس پر ترجیح دی گئی) کے مقابلے میں اصل ہے۔

۲۔ قانون ۳۔ قاعدہ ۴۔ دلیل ۵۔ جو چیز غیر کے لئے بنیاد بنے ۶۔ اور حالت قدیمہ (جسے استصحاب بھی کہا جاتا ہے)

یہاں اصل کا معنی دلیل لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اعمال صالحہ مومن کے ایمان کی دلیل ہوا کرتے ہیں اور دلیل راہنما کو کہتے ہیں جیسے کسی منزل کی نشاندہی کے لئے سائن بورڈ نصب کیا گیا اور اس منزل کا نام لکھ کر تیر کا نشان بنایا جائے تو یہ اس منزل کی دلیل ہوگا۔

اگرچہ تمام اعمال صالحہ ایمان کی دلیل قرار پاتے ہیں اور جس قدر نیک اعمال زیادہ اور مضبوط ہوتے ہیں اسی قدر ایمان مضبوط ہوتا ہے

اور اعمال صالحہ میں کوتاہی یا کمزوری کو ایمان کی کمزوری کہا جاتا ہے اگر چہ ہمارے نزدیک ایمان صرف قلبی تصدیق کا نام ہے زبانی اقرار اور اعمال ایمان کا حصہ نہیں ہیں لیکن کلمہ طیبہ اور اعمال صالحہ ایمان کی علامت اور دلیل قرار پاتے ہیں۔ اب یہاں سوال یہ ہوگا کہ جب تمام اچھے اعمال ایمان کی دلیل ہیں حدیث شریف میں ان تین اعمال کی تخصیص کیوں ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تینوں بہت اہم ہیں اور ان سے روگردانی کا خطرہ ہوتا ہے ان میں سے پہلا عمل کلمہ گو شخص سے رُک جانا ہے یعنی اس کے قتل یا اس کی توہین اور اسے غیر مسلم قرار دینے سے رکنا ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله الا باحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق لدينه التارك للجماعة (مشکوۃ المصابیح کتاب القصاص فصل اول ص ۲۹۹)

کسی مسلمان شخص جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور مجھ پر رسالت کی گواہی دیتا ہے، کا خون بہانا تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے بغیر جائز نہیں جان کے بدلے جان (قصاص) شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا جماعت کو چھوڑنے والا (مرتد)۔

جو شخص کلمہ پڑھنے کے باوجود انبیاء کرام اور رسل عظام کی گستاخی کرتا ہے یا شعائر اسلام کا مذاق اڑاتا ہے تو ایسے شخص کے کلمے کا اعتبار نہ ہو گا

حدیث مذکورہ بالا میں اس رکنے کی وضاحت دو باتوں کے ذریعے کی گئی جو در حقیقت ایک ہی ہیں۔

1۔ اسے کسی گناہ کے باعث کافر قرار نہ دیا جائے۔

2۔ کسی بُرے عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ کیا جائے۔

کلمہ گو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے تو کیا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے یا نہیں اس سلسلے میں تین قول ہیں۔

1۔ خوارج کے نزدیک وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک ایمان قلبی تصدیق، زبان سے اقرار اور اعمال صالحہ کے مجموعہ کا نام ہے لہٰذا جب گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو ایمان کی ایک جز ختم ہو گئی اور وہ کافر ہو گیا۔

2۔ معتزلہ کے نزدیک ایسا شخص ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کافر بھی نہیں ہوتا ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے ایمان کی تعریف کا مصداق نہیں رہا لہٰذا ایمان سے خارج ہو گیا لیکن چونکہ اس نے کلمہ کفر نہیں کہا اس لئے وہ کافر نہیں ہوا بلکہ درمیان میں ہے۔

3۔ اہل سنت کے نزدیک ایسا شخص گناہ گار، فاسق اور گمراہ ہوگا لیکن کافر نہیں ہوتا اور یہ حدیث اہل سنت کی دلیل ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کسی کلمہ پڑھنے والے شخص کو اس کے گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو اور نہ ہی اسلام سے خارج قرار دو البتہ کلمہ پڑھنے کے باوجود اس سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو کفر قرار پاتی ہے تو اس کے کلمہ کا اعتبار نہ ہوگا مثلاً وہ شخص کلمہ پڑھنے کے باوجود انبیاء کرام اور رسل عظام کی گستاخی کرتا ہے یا شعائر اسلام کا مذاق اڑاتا ہے تو ایسے شخص کے کلمے کا اعتبار نہ ہوگا۔

حدیث شریف میں جس دوسری بات کو اصل ایمان قرار دیا گیا ہے وہ جہاد ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اس باطل تصور کا رد کیا کہ جہاد ختم ہو چکا ہے بلکہ آپ نے واضح فرمایا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

لفظ جہاد، جہد اور جُہد سے بنا جس کا معنی طاقت ہے بعض کے نزدیک اَلجَہد (جیم پر زبر) مشقت اور اَلجُہد (جیم پر پیش) طاقت کو کہتے ہیں۔ ازہری نے کہا جہد کا معنی یہ ہے کہ کسی کام میں انتہائی کوشش کی جائے اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے اور جب انسان پوری کوشش صرف کرتا ہے چاہے وہ قول اعتبار سے ہو یا فعل کے حوالے سے، تو اسے جہاد کہا جاتا ہے اصطلاحاً جہاد کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے۔

"قتال مسلم كافرا غير ذى عهد بعد دعوته للاسلام و ابائه اعلاء كلمة الله

کسی مسلمان کا کسی ایسے کافر سے لڑنا جس کے ساتھ معاہدہ نہ ہو (اور یہ لڑائی) اسے اسلام کی دعوت دینے اور اس کے انکار کے بعد اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

جہاد کی حقیقت ہاتھ، زبان یا جو بھی طاقت حاصل ہو اس کے ذریعے دشمن سے دفاع کرنا ہے اور اسلام میں جہاد کی تین قسمیں ہیں

۱۔ اللہ تعالیٰ کا کلمہ (دین اسلام کو) بلند کرنے کی خاطر ظاہری دشمن سے لڑنا۔

۲۔ دین حق کی سربلندی کے لئے مختلف شکلوں میں شیطان سے لڑنا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے ہوئے نفس اور خواہشات کے خلاف لڑنا۔

اس ارشاد خداوندی میں یہ تینوں صورتیں موجود ہیں۔

وجاھد وافی اللہ حق جھاد (سورۃ حج آیت ۷۸)

اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو جس طرح جہاد کا حق ہے۔

اس طرح رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے

لاھجیرۃ بعد الفتح ولکن جھاد و نیۃ

فتح مکہ کے بعد (مکہ مکرمہ سے) ہجرت نہیں البتہ جہاد اور نیت باقی ہے۔

یعنی دشمنان اسلام ہوں یا نفس و شیطان یہ تینوں قسم کے جہاد باقی رہیں گے اصطلاحی جہاد کی اجازت ہجرت کے دوسرے سال دی گئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر (سورہ حج آیت ۳۹)

جن لوگوں سے لڑائی جاری ہے ان کو (جہاد) کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاد فرض ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

کتب علیکم القتال و ھو کرہ لکم (سورہ بقرہ آیت ۲۱۶)

تم پر جہاد فرض ہے حالانکہ وہ تمہیں پسند نہیں آئے

جہاد کی حقیقت ہاتھ، زبان یا جو بھی طاقت حاصل ہو اس کے ذریعے دشمن سے دفاع کرنا ہے

اسلام میں جہاد کا مقصد لوگوں کو زبردستی اسلام میں لانا نہیں بلکہ اس کا بنیادی مقصد غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا ہے ان کا مسلمانوں کی حفاظت میں آنا اور جزیہ ادا کرنا اور ان پر اسلامی احکام کا اجراء کرنا ہے یا مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہوتا اور ان کو اذیت پہنچائی جاتی ہے اس سے امان مقصود ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاد کے مقصد کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ارشاد خداوندی ہے

و قاتلو ھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین (سورہ بقرہ ۱۹۳)

اور ان سے لڑو حتی کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے اور اگر وہ (فتنہ سے) باز آجائیں تو اب صرف ظالموں کے خلاف چڑھائی ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک جہاد فرض ہے جب ملت اسلامیہ کا ایک طبقہ دشمن کے شر کو روکے اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرے تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور جب عموم بلویٰ ہو تو اُمت کے ہر فرد پر مجاہدانہ کردار ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے اس صورت میں یہ فرض عین ہو جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جہاد کے لئے یہ بات نہیں دیکھی جاتی کہ حکمران کیسا ہے عادل یا ظالم بلکہ وہ عادل ہو تب بھی اور ظالم ہو تب بھی ان مقاصد کے حصول کے لئے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے جہاد کرنا فرض ہے۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

(منذ بعثنی اللہ سے مراد ہے کہ) جب سے مجھے مدینہ طیبہ کی طرف بھیجا ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے جہاد فرض نہ تھا اُمت کی آخری جماعت سے کون مراد ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی مسلمانوں کے ساتھ مل کر دجال اور اس کی جماعت کے خلاف جہاد کریں گے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور کے اُمتی ہوں گے۔ امام مہدی کی وفات کے کچھ عرصہ بعد دنیا میں بھی کفر ہی کفر ہو جائے گا کوئی مومن نہیں رہے گا اس لئے جہاد آخری ہوگا اس کے بعد کوئی جہاد نہ ہوگا۔ خیال رہے کہ اگرچہ پچھلی شریعتوں میں بھی جہاد تھا مگر اسلامی جہاد اور اس کے قوانین حضور ﷺ سے شروع ہو کر قتل دجال تک رہیں گے۔ (مراۃ المناجیح جلد اول ص ۸۴)

عادل اور ظالم بادشاہ کے ساتھ مل کر جہاد کے حوالے سے حضرت حکیم الامت ارشاد فرماتے ہیں "اس میں اشارتاً دو مسئلے بتائے گئے ہیں ایک یہ کہ جہاد کے لئے سلطان اسلام یا امیر المومنین شرط وجوب ہے دوسرے یہ کہ فاسق و فاجر بادشاہ کے ماتحت بھی کفار سے جہاد لازم ہے۔

صحابہ کرام نے حجاج بن یوسف جیسے فاسق حاکم کے ساتھ کفار پر جہاد کئے ہیں۔

اس میں قادیانیوں کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے جہاد منسوخ کر دیا۔ جہاد نماز کی طرح محکم اور ناقابل نسخ عبادت ہے جہاد کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی رب فرماتا ہے۔

"ولکم فی القصاص حیوٰۃ" (سورہ بقرہ آیت ۱۷۹)

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے (کنز الایمان)

دجال کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس کا فتنہ بہت شدید ہوگا وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا جو اس کو مانے گا وہ اسے اپنی جنت میں ڈالے گا جو حقیقت میں جہنم ہوگی اور جو اس کا انکار کرے گا اسے اپنی جہنم میں ڈالے گا جو حقیقت میں جنت ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھے بہار شریعت پہلا حصہ ص ۳۸ مکتبہ اعلیٰحضرت لاہور)

رسول اکرم ﷺ نے تقدیر پر ایمان کو اصل ایمان قرار دیا۔

تقدیر پر ایمان اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور اس پر ایمان کے بغیر آدمی مومن نہیں ہو سکتا۔ اسی کو قضا بھی کہتے ہیں تقدیر کے منکر کو قدریہ کہتے ہیں جنکو رسول اللہ ﷺ نے اس اُمت کا مجوسی قرار دیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا

القدریہ مجوس ھذہ الامہ ان مرضوا فلا تعودوھم و ان ماتوا فلا تشھدوھم

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب القدر، جلد ثانی، ص ۲۴۴)

قدریہ اس اُمت کے مجوسی ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازوں میں حاضر نہ ہو۔

دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

ہر اُمت کے مجوسی ہیں اور اس اُمت کے مجوس وہ ہیں جو کہتے ہیں تقدیر نہیں ہے ان میں سے جو مر جائے اس کے جنازے پر نہ جاؤ اور ان میں سے جو بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی نہ کرو اور یہ دجال کے تابع ہیں اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کو اس سے ملا دے۔ (ایضاً)

تقدیر کے بارے میں مسلمان کا عقیدہ کیا ہونا چاہیئے اس سلسلے میں صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر بھلائی برائی اس (اللہ تعالیٰ) نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرما دی ہے جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ اس کے لئے بھلائی لکھتا تو اس کے علم یا اس کے لکھنے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

(بہار شریعت، پہلا حصہ ص ۲۵ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت واضح الفاظ میں تقدیر کے مسئلہ کو واضح فرمایا اور اس طرح ایک تو ان لوگوں کا رد ہو گیا جو تقدیر کو بہانہ بنا کر عبادت سے کنارہ کشی کے لئے جواز ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اگر ہماری تقدیر میں نماز پڑھنا لکھا ہوتا تو ہم ضرور پڑھتے جب اللہ تعالیٰ نے لکھا ہی نہیں ہمارا کیا قصور؟ (معاذ اللہ)

اسی طرح اس وضاحت سے ہم مسلمانوں کے ذہن کو بھی اطمینان کی دولت نصیب ہوگئی اور وہ تذبذب کے گھمبیر اندھیروں سے نکل آیا۔

قضا یا تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مبرم حقیقی: علم الٰہی میں کسی شے (یعنی شرط) سے معلق نہیں (قطعی فیصلہ ہے)

۲۔ معلق محض: صحف ملائکہ میں کسی شے پر اس کا معلق ہونا ظاہر کر دیا (مثلاً کسی کی عمر چالیس سال ہے لیکن نیکی کرے گا تو عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا)

۳۔ معلق شبیہ بہ مبرم: صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے (ایضاً)

یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ فلاں کی تقدیر کسی کی دعا سے یا اعمال صالحہ کی وجہ سے بدل جائے گی لیکن اس نے فرشتوں کو اس بات کا علم نہیں دیا لہٰذا دو قسمیں وہ ہیں جن میں تقدیر بدل سکتی ہے پہلی صورت میں نہیں بدلتی اور تقدیر بدعملی کا دروازہ نہیں کھولتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کی بین دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں تقدیر کا سلسلہ قائم فرمایا ہے وہاں بندے کو اختیارات بھی دیئے ہیں۔

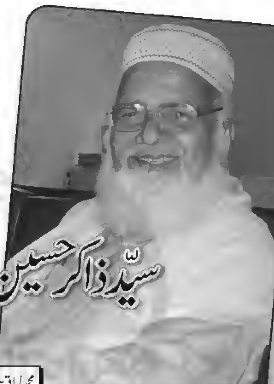

دور مشکل ہے اپنی زندگی
دفاع مصطفےٰ میں گزار دو

ممتاز عالم دین

سیّد ذاکر حسین شاہ سیالوی

سے تفصیلی انٹرویو

محمد لیاقت علی، عبدالمجید مغل، امجد ارباب عباسی

نامور عالم دین، محقق، ادیب اور ماہر تعلیم سید ذاکر حسین شاہ سیالوی خاندان رسالت مآب ﷺ کے چشم و چراغ ہیں۔ ولادت چکوال کے چھوٹے سے گاؤں میں ہوئی۔ دینی اور عصری علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے نابغہ ہیں۔ آپ کی شخصیت کو قدیم اور جدید علوم کا سنگم کہا جا سکتا ہے۔ لکھتے ہیں تو لگتا ہے گلابوں سے حروف تخلیق کرتے ہیں اور بولتے ہیں تو دھنک کے سارے رنگ گفتگو میں سمو لیتے ہیں۔ پیرانہ سالی میں بھی زلیخا کی جوانی رکھتے ہیں۔ شعر کم کہتے ہیں لیکن خوب کہتے ہیں۔ سخن گو ہی نہیں سخن فہم ہونے کا اعزاز بھی پایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی کتابوں کی ترجمانی کی، قرآن حکیم کی تفسیر لکھی، سیرت پر خامہ فرسائی کی، بلاغت اور ادب میں خوبصورت قلم سے موتی بکھیرے۔ سمجھ نہ آسکی جنگل کا شکار جنگل میں کھانے والا شاہ جی نظریاتی کونسل والوں کے ہتھے کیسے چڑھ گیا۔ پچھلے دنوں راولپنڈی میں اراکین دلیل راہ سے ان کی ملاقات ہوئی۔ تفصیل دلیل راہ کے قارئین کی نذر کی جاتی ہے۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟

☆ 7 اکتوبر 1934 میں چکوال کے ایک گاؤں دھرکنہ میں میری پیدائش ہوئی۔

✿ دلیل راہ:۔ اپنی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں کچھ بتایئے۔

☆ میری پھوپھی جیدہ عالمہ فاضلہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی زبان میں گہری مہارت عطا کی تھی۔ ان کے لئے بے اولاد ہونے کے باعث رات میں ان کے ہاں چلا جاتا تھا۔ وہ مادری زبان کے ساتھ ساتھ عام بول چال میں چھوٹے چھوٹے عربی جملے بھی بولتیں جس کی وجہ سے بچپن سے ہی عربی زبان میں کافی استعداد پیدا ہوگئی۔ میری عربی دانی میں ان کی کاوشوں کا بڑی حد تک عمل دخل ہے۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں اور گلستان بوستان کے دوابواب میں نے اپنے والد گرامی سے پڑھے۔ فنون کی کتابیں اپنے وقت کے معروف عالم سید منور شاہ صاحب سے پڑھیں۔ ادب وبلاغت کے اسباق ہندو مذہب سے مسلمان ہونے والے عالم پروفیسر غازی احمد صاحب سے پڑھے اور منطق و فلسفہ سیال شریف میں مولانا عطا محمد بندیالوی صاحب سے پڑھے۔ میرے ماموں سید بہادر شاہ صاحب نے کافیہ اور الفیہ مجھے پڑھائیں۔ یہاں یہ بتاتا چلوں کہ یہ وہ گمنام درویش تھے جنہوں نے خشتی کی ہر بحر میں غزل کہی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ صرف ونحو کے کچھ اسباق میں صاحب صرف بہتر ال مولانا حکیم منورالدین صاحب سے بھی لیے۔ اور پھر جامعہ عزیزیہ بھیرہ میں شیخ الحدیث مولانا خدابخش دہلوی سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔

صدر مشرف نے قہقہہ بلند کیا اور کسی سوال کا جواب نہ دے سکے

✿ دلیل راہ:۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید علوم میں بھی دسترس عطا فرمائی ہے اس کی تفصیل؟

☆ الحمدللہ میں نے پنجاب یونیورسٹی سے عربی، اسلامیات اور اردو میں ایم اے کیا ہے۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ کے ہم مکتب وہم درس حضرات میں سے کوئی جسے آپ قابل ذکر سمجھتے ہوں؟

☆ فنی کتابوں میں سید حسین الدین شاہ صاحب میرے ہم درس تھے۔ علاوہ ازیں مولانا عبدالرحمٰن صاحب بھیروی، مولانا عبدالرزاق صاحب اور مولانا الٰہی بخش صاحب بھی میرے ساتھ پڑھتے رہے۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ کے اساتذہ میں سے کوئی ایسی شخصیت جس نے آپ کو بے حد متاثر کیا ہو؟

☆ شیخ الحدیث مولانا خدابخش صاحب، منور شاہ صاحب اور عطا محمد بندیالوی صاحب سے میں بہت متاثر ہوں۔ میرے لئے ایک اور بات جو باعث صد اعزاز ہے کہ حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ سے میں نے تبرکاً بخاری شریف کا سبق پڑھا۔ اور انہوں نے بخاری شریف پڑھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حکمرانوں نے اسلامی علوم کا ذائقہ نہیں چکھا وگرنہ بہکی باتیں نہ کرتے

✿ دلیل راہ:۔ بچپن کے کوئی اور مشاغل یا کھیل وغیرہ جن میں آپ نے حصہ لیا؟

☆ بچپن میں میں والی بال کھیلا کرتا تھا۔ اور اس کھیل میں علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب بھی میرے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ کا دور طالبعلمی تعلیم وتعلم کے اعتبار سے بڑا زرخیز تھا۔ آج کل کے علمی ماحول کے بارے آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

☆ میں سمجھتا ہوں آج کا دور تیمی کا دور ہے۔ ہم اپنے زمانے میں سبق کا تکرار کرتے۔ اگلے سبق کی تیاری کرتے۔ ہر طالبعلم یہ سمجھتا کہ کل

امام حسن ؓ سے اہل سنت اور اہل تشیع دونوں نے با اعتنائی برتی

عبارت اسے نہ پڑھنی پڑ جائے اس لئے سب طلبہ پوری تیاری کے ساتھ پڑھنے جاتے تھے۔ آجکل تو نوبت بایں جا رسید کہ استاد خود تیاری کرے، عبارت بھی خود پڑھے ترجمہ کروائے اور پھر طلبہ کو سلام کرے کہ تمہاری مہربانی کہ سبق سن تو لیا۔

✿ دلیل راہ:۔ اپنے آباؤ اجداد کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

☆ میرے آباؤ اجداد ہجرت کر کے بلخ، وہاں سے مصر، مصر سے سندھ وہاں سے ملتان پھر بھیرہ اور بھیرہ سے چکوال آئے تھے۔ میرے چچا سید قمر الدین سچے اور پکے صوفی تھے۔ انگریز کے ورود مردود کے وقت ہمارا خاندان بھیرہ میں آباد تھا۔ انگریز نے ہماری خاندانی زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ سادات کے قبرستان میں موجود قبروں کے کتبوں پر نام بھی بدل ڈالے اور ناموں سے سید اور شاہ حذف کر کے سنگھ کا اضافہ کر دیا۔ ہمارے خاندان والوں نے مقدمہ بھی کیا مگر مقدمہ ہار گئے۔ جس کے باعث انہیں وہاں سے منتقل ہونا پڑا۔ چکوال کے تین دیہات بسین، میانی اور دھرکنہ کے لوگوں نے ازراہ عقیدت بہت سی زمینیں ہمارے خاندان کے نام کیں جو آج تک ہمارے پاس ہیں۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ نے پہلی تقریر کب کی اور باقاعدہ خطابت کا آغاز کہاں سے ہوا؟

☆ بھیرہ سے متصل ایک چھوٹا سا دیہات ہے سکھنی۔ 12 سال میری عمر تھی وہاں میں نے نماز عشاء ادا کی۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ آج شاہ جی سے تقریر سنیں گے۔ میں نے تقریر کبھی نہیں کی تھی۔ ان کے اصرار پر کھڑا ہو گیا۔ اور واقعہ احد سنا دیا۔ مسجد کے مولانا میری غلطیاں نکالنے لگے جس پر علاقے کے لوگوں نے کہا کہ مولانا چھوٹے شاہ جی نے ہمیں واقعہ احد تو سنا دیا ہے آپ سے تو کبھی یہ بھی نہ ہو سکا۔ اس کے بعد تقاریر کا ہلکا پھلکا سلسلہ شروع ہو گیا۔ البتہ بطور خطیب میری پہلی تقرری فارغ التحصیل ہونے کے بعد کھیوڑہ میں ہوئی۔

✿ دلیل راہ:۔ پنڈی میں کہاں کہاں خطابت کی؟

☆ ڈھوک رتہ میں جامع مسجد مائی شرفاں سے میں نے پنڈی میں خطابت کا آغاز کیا۔ ساڑھے چار سال وہاں جمعہ پڑھاتا رہا۔ بعدازاں 31 مارچ 1977 سے لے کر تاحال جامع مسجد قبا میں خطابت کی ذمہ داریاں نبھا رہا ہوں۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ کا انداز خطابت عام خطباء سے بالکل مختلف، شہد کی طرح شیریں اور ریشم کی طرح نرم ہے۔ کیا آپ خود کسی مقرر سے متاثر ہیں؟

خضر حیات نے دھمکی دی
میں حاکم پنجاب ہوں
پیر سیال نے کہا میں ہر روز اللہ کے
ننانوے نام پڑھتا ہوں اس میں
خضر حیات کا نام نہیں

☆ موجودہ دور میں پاکستان بھر میں صرف اور صرف علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب سے متاثر ہوں۔ ان سے پہلے سید فیض الحسن شاہ صاحب آلو مہار شریف کی خطابت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔

✿ دلیل راہ:۔ آپ لباس کونسا پسند کرتے ہیں؟

☆ لباس جو بھی مل جائے پہن لیتا ہوں۔ میرے کپڑے ہمیشہ میری بڑی بہن خریدتی رہی ہیں۔ وہ جو لے آئیں الحمدللہ

✿ دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ رنگ کونسا ہے؟

☆ احتراماً سبز رنگ پسند کرتا ہوں۔ جب کہ سفید رنگ مجھے اچھا لگتا ہے۔

✿ دلیل راہ:۔ خوراک میں کیا پسند ہے؟

☆ جب سے شوگر کا مرض لاحق ہوا سارے شوق ختم ہو گئے ہیں۔ اب تو کبھی پانی کبھی نمک اور کبھی اچار کے ساتھ روٹی کھا لیتا ہوں۔ البتہ ایام جوانی میں جنگل کا شکار جنگل میں بیٹھ کر کھانا اچھا لگتا تھا۔

✿ دلیل راہ:۔ پسندیدہ مشروب کونسا ہے؟

☆ جو مل جائے پی لیتا ہوں۔

خنزیروں کا شکار کرنے کے لیے کتے ان کے پیچھے چھوڑنے پڑتے ہیں

✿ دلیل راہ:۔ علماء کہتے ہیں خوشبو لگانا سنت نبوی ہے۔ آپ کونسی خوشبو پسند کرتے ہیں؟
☆ خوشبو کے معاملے میں چوائس میری بڑی بہن کی ہوتی ہے۔

ابو الکلام نے پیر سیال کی نماز کو مولا علی ؓ کی نماز قرار دیا

✿ دلیل راہ:۔ آپ نے بتایا کہ آپ خود والی بال کھیلتے تھے۔ کیا والی بال یا کسی اور کھیل کے حوالے سے کوئی کھلاڑی ہے جسے آپ کا پسندیدہ کھلاڑی کہا جا سکے؟
☆ عمران خان اپنے کھیل کا اچھا کھلاڑی تھا۔ جوانی میں جوڑے کی کبڈی دیکھنے کا مجھے بڑا شوق تھا۔ اس کھیل میں پنجاب کے معروف کھلاڑی "میاں محمد شریف" کو میں پسند کرتا تھا۔
✿ دلیل راہ:۔ آپ کو پھلوں کی دعوت دی جائے جہاں انواع واقسام کے پھل لگے ہوں۔ آپ کونسا پھل پسند کریں گے۔
☆ شوگر کی وجہ سے اب کھاتا تو نہیں مگر آم میرا پسندیدہ پھل ہے۔
✿ دلیل راہ:۔ آپ کی زندگی کتابوں کے جہاں میں بسر ہوئی۔ کوئی کتاب جسے آپ بے حد پسند کرتے ہوں۔
☆ فقہ کی معروف کتاب "ہدایہ" میری پسندیدہ کتاب ہے۔
✿ دلیل راہ:۔ آپ کا پسندیدہ لفظ؟
☆ لفظ تصوف مجھے بہت پسند ہے۔
✿ دلیل راہ:۔ لیڈرز کی تاریخ میں کوئی لیڈر جس سے آپ متاثر ہوں؟
☆ قائداعظم محمد علی جناح سے میں متاثر ہوں۔ علاوہ ازیں خمینی سے میری ملاقاتیں ہوئیں۔ میں اس سے متاثر تو نہیں البتہ اپنی قوم کا درد رکھنے والا لیڈر تھا۔

✿ دلیل راہ:۔ قیام پاکستان سے اب تک حکمرانوں میں سے کوئی ایسا جس نے آپکو متاثر کیا ہو؟
☆ پاکستان حکمرانوں میں سے کسی سے متاثر نہیں۔
✿ دلیل راہ:۔ اخبار بینی علماء کی ضرورت ہے آپ کا پسندیدہ اخبار کونسا ہے؟
☆ "زمیندار" اخبار مجھے بہت پسند تھا۔ اب خاصے عرصے سے نوائے وقت کا مستقل قاری ہوں۔
✿ دلیل راہ:۔ کالم بھی پڑھتے ہیں یا صرف خبریں؟
☆ جی کالم بھی پڑھتا ہوں۔
✿ دلیل راہ:۔ پسندیدہ کالم یا کالم نویس؟
☆ نوائے وقت میں م ش کی ڈائری میں بڑے شوق سے پڑھتا تھا۔
✿ دلیل راہ:۔ کیا کبھی عشق کیا؟
☆ جی ہاں۔ حضرت شیخ الاسلام سیالویؒ سے مجھے عشق تھا اور ہے۔
✿ دلیل راہ:۔ زندگی میں آپ کو بے شمار لوگ ملے۔ کوئی ایسی ملاقات جسے آپ بھلا نہ پائے ہوں؟
☆ مصر کے سابق صدر انور سادات سے میری دو اڑھائی گھنٹے پر مشتمل ملاقات یادگار تھی۔ انہیں میں نے عام جذباتی لیڈروں سے بالکل مختلف ایک دوراندیش اور مدبر قائد کی صورت میں دیکھا۔
✿ دلیل راہ:۔ کوئی ایسا اجتماع جسے یادگار کہا جا سکے؟
☆ ایران میں ایک بہت بڑا اجتماع تھا۔ جس میں تقریباً 5/6 لاکھ افراد شریک تھے۔ وہاں میں نے فارسی میں خطاب کیا۔ وہ میری زندگی کا یادگار اجتماع تھا۔ ہمارے علماء اہل تشیع کے اجتماعات میں خود تو چلے جاتے ہیں۔ لیکن کیا کبھی انہوں نے کسی شیعہ عالم کو اپنے پاس بھی بلایا۔ مثلاً پیر نصیر الدین نصیر خود تو اہل تشیع کے پاس جاتے ہیں لیکن کیا کبھی انہوں نے یوم صدیق اکبر یا یوم عمر فاروق پر انہیں بھی اپنے ہاں مدعو کیا؟ میرا

تو ریکارڈ ہے کہ اگر میں ان کے اجتماعات میں جاتا ہوں تو اپنے ہاں انہیں بھی شان صدیق و عمر کے حوالے سے منعقد تقاریب میں مدعو کرتا ہوں۔ یکطرفہ ٹریفک نہیں چلنی چاہئے۔

✿ دلیل راہ: آپ کو کتنی زبانوں پر عبور حاصل ہے؟

☆ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کے علاوہ پنجابی زبانوں پر الحمدللہ عبور حاصل ہے۔

پیر سیال نے کہا سید زادے پر فتوے نہیں لگاتے ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے

دلیل راہ:۔ تنہائی زیادہ پسند ہے یا محفل؟

☆ تنہائی زیادہ پسند کرتا ہوں۔

دلیل راہ:۔ طلوع اور غروب آفتاب کے مناظر میں سے کیا اچھا لگتا ہے؟

☆ طلوع آفتاب کا منظر اچھا لگتا ہے۔

دلیل راہ:۔ چاند کی چاندنی کے بارے میں کیا رائے ہے؟

☆ چاند کی چاندنی مجھے بہت پسند ہے اس میں بے حد حسن ہے۔ دور جنگل میں جہاں درخت نہ ہوں چاند کا نظارہ اچھا لگتا ہے۔ اکثر اپنے طلباء کو کہتا ہوں سورج کے پیچھے چاند کو تلاش کیا کرو۔

دلیل راہ:۔ کوئی ایسی خواہش جو باوجود محنت اور کاوش پوری نہ ہوئی ہو؟

☆ میری زندگی میں ایسی کوئی چیز نہیں جو میں نے مانگی اور مجھے نہ ملی ہو۔

حضرت شیخ الاسلام علماء اہلسنت کی بڑی قدر فرماتے تھے

دلیل راہ:۔ آپ کی زندگی کا خوشگوار ترین دن کونسا تھا؟

☆ جب پہلی بار روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علی حبیبنا الکریم پر حاضری ہوئی

دلیل راہ:۔ اور سب سے زیادہ غمگین کر دینے والا دن؟

☆ جب والد گرامی کا انتقال ہوا۔

دلیل راہ:۔ آپ کے نزدیک کامیابی کا راز ہے؟

☆ محنت، محنت اور پھر محنت۔

دلیل راہ:۔ پھول حسن کی علامت قرار دیے جاتے ہیں آپ کا پسندیدہ پھول کونسا ہے؟

☆ جی میں گلاب کو پسند کرتا ہوں۔

دلیل راہ:۔ پسندیدہ پرندہ کونسا ہے؟

☆ سب پرندے پسند ہیں۔

خمینی اپنی قوم کا اچھا لیڈر تھا

دلیل راہ:۔ دیہاتی زندگی پسند ہے یا شہری؟

☆ دیہاتی زندگی پسند ہے میں شہر میں رہ کر بھی دیہاتی ہوں۔

دلیل راہ:۔ پسندیدہ شاعر کون ہے؟

☆ شوقی اور متنبی کو پسند کرتا ہوں۔

دلیل راہ:۔ کیا آپ نے خود بھی شاعری میں کبھی طبع آزمائی کی؟

☆ جی ہاں۔ میں عربی، فارسی، اردو اور انگلش چار زبانوں میں شعر کہتا ہوں۔ بلکہ پانچویں پنجابی بھی شامل کر لیجیے۔

دلیل راہ:۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے اگر بطور نمونہ ایک ایک شعر عنایت ہو جائے؟

☆عربی، فارسی اور انگریزی کے شعر تو اس وقت ذہن میں نہیں البتہ اردو غزل کے دو اشعار پیش کرتا ہوں۔

جاں غزل غزل میں تجھ کو پکارتا تھا
رنگین بیانیوں کی تم ہی تو آبرو تھے
بکھری ہے ان کے در پر باد سحر کرم کر
اتنی نہ تیز تو چل میری خاک اڑ نہ جائے

میرے ماموں سید بہادر شاہ نے متنبی کی ہر بحر پر غزل کہی

✿ دلیل راہ:۔کیا کبھی کوئی سرکاری ملازمت بھی کی؟

☆جی ہاں میں سکول اور کالج میں پڑھاتا رہا بعد ازاں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔

✿ دلیل راہ:۔اپنے بچوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

☆ میرے پانچ بچے اور دو بچیاں ہیں۔ایک بیٹے نے فاضل عربی اور ایم اے عربی کیا۔باقی بچے گریجویٹ ہیں۔باقی مختلف محکموں میں سروس کر رہے ہیں۔دونوں بچیوں نے تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق ایم اے کیا ہے۔

✿ دلیل راہ:۔آپ نے کہیں درس قرآن وغیرہ کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے؟

☆اسلام آباد میں تقریباً بیس سال سے درس دے رہا ہوں۔پہلے درس قرآن دیتا رہا پھر درس حدیث اس کے بعد درس فقہ اور اب تصوف کا درس دے رہا ہوں۔میرے انہی لیکچرز سے قرآن حکیم کی تفسیر مرتب کی گئی۔جس کی آٹھ جلدیں ہیں۔اس کے علاوہ سیرت کے عنوان پر بھی اتنی ہی ضخیم کتاب اشاعتی مراحل میں ہے۔اور فقہ کے لیکچر پر مشتمل کتاب بھی تین جلدوں میں تیار ہے۔

✿ دلیل راہ:۔خانقاہی نظام بارے آپ کی کیا رائے ہے؟اور موجودہ خانقاہ نشینوں میں سے آپ کسی سے متاثر ہیں؟

☆ہمارا خانقاہی نظام ہمارے مسلک کی ترویج و اشاعت کا انتہائی موثر ذریعہ رہا ہے مگر بدقسمتی سے آج کل کے خانقاہ نشین اس سوز دروں سے محروم ہیں۔جو اکابرین کا خاصہ رہا ہے۔مجھے یاد ہے آج سے چند سال قبل جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی سالانہ تقریب کے موقع پر سجادہ نشین حضرات کی اصلاح کے عنوان سے مجھے مقالہ پڑھنے کو کہا گیا۔میں مقالہ لیکر وہاں پہنچا۔اتفاق سے میرے پہنچنے سے تھوڑی دیر بعد جامعہ والوں کے پیر خانے کے سجادہ نشین تشریف لے آئے۔ان کے پہنچتے ہی مجھے مقالہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا سوچتا ہوں جب علماء ہی پیران عظام کو حق بتانے سے ڈریں گے تو اصلاح کون کرے گا۔ان تمام تر معاملات کے باوجود پروفیسر مقصود الٰہی صاحب اچھے چل رہے ہیں۔پیر صاحب گھگول شریف کا کام بھی ان کی زندگی میں بہتر تھا۔

خطابت میں صرف اور صرف سید ریاض حسین شاہ سے متاثر ہوں ان سے پہلے سید فیض الحسن شاہ کو خطابت کا شہریار سمجھتا ہوں

✿ دلیل راہ:۔آپ کا سلسلہ بیعت کہاں ہے؟

☆ میں نے شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالویؒ کی بیعت کی ہے۔خاصہ عرصہ میں حضرت کی منت سماجت کرتا رہا بیعت کے لئے مگر وہ فرماتے تھے تم طالبعلم ہو میں طلبہ کو بیعت نہیں کرتا کیوں کہ میں انہیں اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔بالآخر ان کے ایک عزیز دوست نے سفارش کی اور پھر مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی۔

✿ دلیل راہ:۔حضرت سے عقیدت کن وجوہات کی بنا پر تھی؟

☆ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا۔مگر سب سے زیادہ مجھے جس خوبی نے متاثر کیا وہ آپ کا اتباع شریعت میں انہماک تھا۔ہمیشہ باجماعت نماز ادا فرماتے اگر کبھی مسجد کی جماعت رہ بھی جاتی تو الگ سے جماعت ہوتی اور حضرت نماز ادا فرماتے امامت خود نہیں فرماتے تھے۔ایک مرتبہ نماز فجر میں تاخیر ہوگئی جب مسجد پہنچے تو جماعت ہو چکی تھی۔میں اس وقت سیال شریف پڑھتا تھا اتفاق سے میری نماز بھی لیٹ ہوگئی میں بھی اسی وقت مسجد پہنچا اس وقت میری عمر صرف 12 برس تھی حضرت کے غلام نے پوچھا اب جماعت کون

کروائے گا۔ آپ نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جماعت یہ شاہ جی کروائے گا۔ غلام نے عرض کی اس کی تو داڑھی بھی نہیں حضرت نے فرمایا "سیدزادوں پر فتوے نہیں لگایا کرتے سیدزادوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے" آپ کی پابندی جماعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخری وقت صاحبزادہ صاحب سے فرمانے لگے بیٹا ایک بات کا قلق لیے دنیا سے جا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ میری زندگی کی دو نمازیں میں جماعت سے نہیں پڑھ سکا۔ حضرت نے کبھی اقتدار یا اقتدار والوں کی پرواہ نہ کی۔ ایک زمانے میں جب خضر حیات ٹوانا پنجاب کا حاکم بنا تو اس نے حضرت کو کسی معاملے میں دھمکی لگائی کہ میں حاکم پنجاب ہوں ایسا ویسا کر دوں گا۔ حضرت نے سرگودھا میں ایک بہت بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "میں الحمدللہ ہر روز صبح سویرے اللہ پاک کے ننانوے نام پڑھتا ہوں۔ اور ان ناموں میں خضر حیات نہیں ہے میں ڈرتا تو صرف اپنے پیدا کرنے والے سے ہوں" اس نے آپ کو جیل میں ڈال دیا۔ اور آپ کے کمرے میں غلاظت ڈال دی 72 گھنٹوں تک آپ اسی کوٹھڑی میں رہے نماز آپ خشوع و خضوع سے ادا فرماتے تھے ایک مرتبہ ابوالکلام آزاد نے آپ کی نماز پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا "جس نے مولا علیؓ کی نماز دیکھنی ہے وہ نوجوان قمر الدین کو نماز پڑھتے دیکھ لے" حضرت سے کسی نے ایک مرتبہ پوچھا آپ کو اپنی کس عبادت پر ناز ہے؟ حضرت نے جواب دیا عبادت پر ناز نہیں ہوتا عبادت تو نام ہی عاجزی کا ہے البتہ جیل کی کوٹھڑی میں دیواروں کے ساتھ تیمم کر کے ادا کی جانے والی نمازوں کے بارے یقین ہے کہ وہ میری بخشش کا ذریعہ بن جائیں۔

حضرت شیخ الاسلام علماء اہلسنت کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ آپ کے آستانے پر علماء کا جم غفیر ہر وقت جمع رہتا تھا۔ البتہ کبھی اہل تشیع سے مناظرہ آن پڑتا تو سرگودھا کے ایک دیوبندی مولوی اللہ یار کو بلواتے اور اس سے مناظرہ کرواتے۔ ایک دفعہ اس نے پوچھا "حضرت آپ رہتے تو بریلویوں کے نرغے میں ہیں مگر جب مناظرہ کروانا ہو تو دیوبندی علماء کو بلواتے ہیں" آپ نے فرمایا "جب خنزیروں کا شکار کرنا ہو تو پیچھے کتوں کو ہی لگایا جاتا ہے"۔

مجھے بخاری پڑھانے کی سند پیر سیال نے دی

فنون میں سید حسین الدین شاہ میرے ہم درس رہے

❁ دلیل راہ:۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام کی کوئی خوبی جس نے آپ کو بہت متاثر کیا ہو؟

☆ حضرت شیخ الاسلام سادات کا بہت احترام کرتے تھے۔ اگر کوئی سیدزادہ دم کروانے آتا تو اس کے دونوں پاؤں اپنے سر پر رکھ لیتے اور دعا کرتے مولا یہ تیرے نبی کی اولاد میں سے ہے اس پر بھی رحم فرما اور اس کے صدقے مجھے بھی اپنی رحمتوں سے نواز دے۔ سیال شریف قیام کے دوران ایک مرتبہ میں نے حضرت کے جوتے اٹھا کر محفوظ جگہ رکھ دیے۔ حضرت کہیں مجھے دیکھ رہے تھے جلدی سے آئے اور جوتے اٹھا کر مجھے پکڑا دیے سر آگے رکھ کر بولے یہ جوتے میرے سر پر مارو میں مبہوت و پریشان کھڑا دیکھنے لگا۔ فرمانے لگے "کل بروز قیامت میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کیا جواب دوں گا کہ ان کی اولاد سے میں اپنے جوتے سیدھے کرواتا رہا۔"

> سید حسین الدین شاہ اور میں والی بال اکٹھے کھیلتے

❁ دلیل راہ:۔ حضرت کے سلسلے کا اثر آپ کی شخصیت پر کیا ہے؟

☆ دینی انہماک مجھے حضرت شیخ الاسلام ہی کی وجہ سے نصیب ہوا۔

❁ دلیل راہ:۔ تحریک قیام پاکستان اور اس کے بعد کی تحریکوں میں آپ کا کیا کردار رہا؟ خصوصاً تحریک نظام مصطفیٰ اور تحریک ختم نبوت میں؟

☆ بحمد اللہ میں ہر تحریک میں شامل رہا مگر نمایاں ہونے کی بجائے پچھلی صفوں میں رہتا تھا۔ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ نے ایک وفد تشکیل دیا تھا۔ جس نے افغانستان کے حاکم امان اللہ خان کو حضرت کا پیغام دینا تھا کہ وہ پنجاب پر حملہ کر دے ہم سب اس کا ساتھ دیں گے۔ شاہ افغانستان کے پاس جانے والے اس وفد میں میرے والد گرامی بھی تھے اس وفد کو بارڈر سے گرفتار کر لیا گیا پہلے پشاور جیل اور پھر ایران جیل میں بھجوا دیا گیا اسی دوران مولانا محمد علی جوہر میرے والد گرامی کے ساتھ تھے۔

❁ دلیل راہ:۔ کہا یہ جاتا ہے کہ پنجاب میں انگریز حاکم کو ایک بہت بڑے جلسے میں علماء و مشائخ نے سپاس نامہ پیش کیا تھا۔ اس پر خاصہ احتجاج بھی ہوا اور اس کا الزام پیر سیال شریف کے سر رکھا گیا آپ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟

☆ خواجہ قمر الدین سیالویؒ کے ایک چچا برٹش دور حکومت میں جج تھے سعد اللہ ان کا نام تھا۔ چونکہ پیر سیال کے ساتھ انکی قرابت داری تھی اس بنا پر مشہور کر دیا گیا کہ سب کچھ پیر سیال کی ایما پر ہوا۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے سعد اللہ صاحب پیر سیال شریف کو اعتماد میں لیے بغیر اس اجتماع میں شریک ہوئے تھے۔ جس پر بعد میں خاصہ عرصہ پیر سیال ان سے ناراض رہے ان سے کہا کرتے تھے کہ '' آپ نے مسلک اہل سنت اور تحریک اسلام کو نقصان پہنچایا ہے اسلئے آپ کسی مہر و محبت کے لائق نہیں '' اس حوالے سے اگر کوئی تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہے تو میری تصنیف '' مصطفی والمرتضی '' مطالعہ کرے۔ اس میں تفصیلی حقائق کے ساتھ اس کا جواب دیا گیا ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ کو اللہ تعالی نے ایک کامیاب مدرس کی جملہ خوبیوں سے نواز رکھا ہے؟ اپنی تدریس کی تاریخ پر کچھ روشنی ڈالیے؟

☆ میں جس زمانے میں دورۂ حدیث شریف پڑھا کرتا تھا اسی وقت سے تدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ دن کو دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھتا اور رات کو ہدایۃ النحو، قدوری اور کنز وغیرہ کتابیں پڑھایا کرتا تھا۔ راولپنڈی میں آنے کے بعد پہلے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں کچھ عرصہ پڑھایا اور پھر اس کے بعد خاصہ عرصہ تک جامعہ محمدیہ صدر میں تدریسی فرائض سرانجام دیتا رہا۔

✿ دلیل راہ: شاہ صاحب! اللہ تعالی نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے مگر آپ سے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ اپنی زندگی کا خاصہ حصہ تعویذ نویسی میں گزارا آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

☆ جی۔ میرے بارے میں یہ تاثر کسی طور درست نہیں تعویذ نویسی کے لئے میں نے انتہائی مختصر وقت رکھا ہوا ہے اور اس میں بھی اب تو مزاج بابا لعل شاہ قلندر والا اپنائے بیٹھا ہوں کسی کو زیادہ دیر تک پاس بیٹھنے نہیں دیتا اسی سوچ کے ساتھ کے اللہ تعالی کے دین کا کچھ کام ہو جائے۔

✿ دلیل راہ: تحریر و تصنیف کے میدان میں آپ کی کاوش؟

☆ تفسیر، سیرت اور فقہ پر ہونے والے کام کا تذکرہ تو کچھ دیر پہلے میں کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں میں تحریر کر چکا ہوں۔

✿ دلیل راہ: آپ نے بچیوں کا مدرسہ بھی قائم فرمایا ہے؟ اس کے بارے میں کچھ معلومات اگر مل جائیں؟

☆ میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ طالبات کے لئے دینی تعلیم اور تدریس کا کوئی معقول بندوبست ہو جائے بچیاں میٹرک کے بعد دین پڑھنا چاہتی تھیں مگر وہ ایسا نہ کر سکتی تھیں۔ میں نے اس خواہش کا اظہار بعض دوستوں سے کیا تو ان کی وساطت سے حکومت نے ناز سینما کے عقب میں 20 کنال جگہ کی آفر کی۔ میں چونکہ پنڈی میں نو وارد تھا قیام مدرسہ کے لئے سید حسین الدین شاہ صاحب کے پاس گیا انہوں نے کہا او شاہ جی! بچے ہی پڑھ لیں تو غنیمت ہے آپ کدھر بچیوں کو پڑھانے کی فکر میں ہو؟ پیر صاحب دیول کے پاس گیا تو انہوں نے شرط عائد کر دی کہ مدرسہ میرے نام ہو میں نے انہیں سمجھایا کہ مدرسہ شخصیتوں کے نام نہیں ہوتے ادارے تو خود ایک نام ہوتے ہیں مگر وہ بھی نہ مانے۔ ان حضرات کے اس رد عمل پر مجھے سخت مایوسی ہوئی اسی دوران مصریال کی ملک برادری کی ایک بچی مجھ سے فاضل عربی کی تیاری کرتی تھی ذہین تھی اس نے بورڈ میں پہلی پوزیشن حاصل کی اس پر ان لوگوں نے مجھے دو کنال زمین مدرسے کے لئے پیش کی۔ ظاہر ہے دو کنال زمین کم تھی اس لئے دوست احباب کے تعاون سے دو دو تین تین کنال کی صورت میں مزید زمین خریدی اسطرح اب ساڑھے گیارہ کنال پر مشتمل اس مدرسے میں سو کمرے آٹھ ہال اور ایک عظیم الشان مسجد قائم ہے۔ مدرسے میں طالبات کو فاضل عربی کے علاوہ تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق علوم اسلامیہ کی تعلیم دی جاتی ہے میرے مدرسے کے قیام کے بعد سید حسین الدین شاہ صاحب نے بھی طالبات کا مدرسہ قائم کر دیا تو ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا '' او شاہ جی اب تو گزارا ہو رہا ہے نا ''

ایام جوانی میں جنگل کا شکار جنگل میں بیٹھ کر کھانا اچھا لگتا تھا

✿ دلیل راہ: موجودہ عالمی حالات امت مسلمہ کے لئے انتہائی گھمبیر ہیں ان مسائل کا حل آپ کی نظر میں کیا ہے؟

☆ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ مکمل وابستگی اور مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ میں ہی مسلمانوں کی بقا ہے۔ مسلمان اگر آج ہی یہ فریضہ ادا کرنا

شروع کردیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست سے دوچار نہیں کرسکتی۔

✿ دلیل راہ: گذشتہ کچھ عرصے سے حکومت کی طرف سے مدرسہ اصلاحات کے نام پر دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی باتیں کی جارہی ہیں آپ اس بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

☆ میرے خیال میں جو گہرائی اور گیرائی مروجہ دینی علوم میں ہے اس کا اندازہ کرنا ہمارے حکمرانوں کے بس میں نہیں اصل میں ان لوگوں نے ان علوم کا ذائقہ ہی نہیں چکھا یا اپنے بڑے سے بڑا سکالر لے کر آئیں تو میں سمجھتا ہوں ہمارا ایک ہدایہ پڑھنے والا اس پر غالب ہوگا۔ اصل علم تو ہے ہی دینی علم اس بات کی کیا یہ مضبوط دلیل نہیں ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں اسمبلی ممبران سارے کے سارے گریجویٹ ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں پاکستان کی تاریخ میں جتنی نااہل اسمبلی یہ ہے اس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔ ان لوگوں سے نہ تو عصری علوم کی پالیسیاں صحیح بنتی ہیں اور نہ ہی دینی علوم کی ویسے بھی کون کہہ سکتا ہے کہ مدارس میں جدید علوم نہیں پڑھائے جاتے۔ بحمداللہ ہمارا ہر دوسرا عالم گریجویٹ ہوتا ہے میں نے ایک امریکی تھنک ٹینک سے باتیں کرتے ہوئے کہا تھا کہ اصل میں دینی علوم کو مسجد تک محدود کرنے میں تو انگریزوں کا ہاتھ تھا جب وہ برصغیر میں آئے تو انہوں نے تاثر دیا کہ یہ علوم مولوی پڑھتے ہیں اور انہیں مساجد اور مدارس تک محدود کر دیا ورنہ ہمارا نصاب آج بھی دیکھا جائے تو اس میں منطق بھی ہے، ریاضی بھی ہے، الجبرا، جیومیٹری اور جغرافیہ تک علماء کو پڑھایا جاتا ہے ان علوم کے علاوہ علم فلکیات اور علم ہیئت بھی درس نظامی کا حصہ ہے۔

جب علماء ہی پیران عظام کو حق بتانے سے ڈریں گے تو اصلاح کون کرے گا

✿ دلیل راہ: پچھلے دنوں جب حکومت نے حدود آرڈیننس منظور کیا تو پوری قوم اضطراب اور تشویش میں مبتلا تھی احتجاجی مظاہرے ہوئے، بیانات دیے گئے، کالم لکھے گئے۔ علامہ سید مظہر سعید کاظمی صاحب اور حاجی حنیف طیب صاحب اسلامی نظریاتی کونسل سے احتجاجاً مستعفی ہوگئے۔ مگر آپ کی جانب سے استعفیٰ نہ دینا ایک سوالیہ نشان بن گیا ہے؟

☆ سب سے پہلے میں اس بات کی وضاحت کردوں کہ حدود آرڈیننس اسلامی نظریاتی کونسل میں بھیجا ہی نہیں گیا صدر صاحب نے پریس کانفرنس میں جو اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے توثیق کی بات کی وہ حقائق سے بالکل منافی تھی۔ کونسل کے اراکین کو تو بل منظور ہونے کے بعد بلایا ہم وہاں گئے۔ صدر صاحب نے ہمیں بل کی منظوری سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے کچھ عرصہ تک آپ کا انتظار کیا مگر جواب نہ ملا مجبوراً مجھے دوسرا راستہ اپنانا پڑا۔ میں نے بل پارلیمنٹ اور سینیٹ سے منظور کرانے کے بعد اس پر دستخط کر دیے ہیں اس پر میں نے صدر پاکستان سے کہا تھا آپ کے بل سے صرف دو فیصد ان خواتین کو فائدہ ہوا ہے جو رات اپنے شوہروں کو پیٹتی ہیں ایک عام عورت کے لئے اس بل میں کیا ہے؟ اس پر صدر صاحب نے قہقہہ بلند کیا اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ رہا معاملہ استعفیٰ دینے کا تو میں نے اس مسئلے پر بہت غور وفکر کیا اور بالآخر نتیجہ یہ نکالا کہ اہلسنت کے دو حضرات پہلے ہی استعفیٰ دے چکے ہیں۔ اگر میں بھی استعفیٰ دے دوں تو عین ممکن ہے کہ ہماری جگہ بد عقیدہ لوگ لے لیں لہٰذا بدعقیدہ لوگوں کے سامنے سد سکندری بن جانے ہی کو میں نے قرین حکمت جانا اور استعفیٰ نہ دیا ورنہ ترمیمی آرڈیننس کا مسودہ جب بعد میں اراکین کونسل کے پاس دستخطوں کے لیے آیا تو میں نے اس پر اختلافی نوٹ لکھا تھا جو ریکارڈ کا حصہ ہے اسے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے میں اعلانیہ اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ یہ اقدام سراسر اسلام کے خلاف ہے۔

✿ دلیل راہ: شاہ صاحب! سکول کالج اور یونیورسٹی میں نصاب میں جب خلافت راشدہ کی بات کی جاتی ہے تو صرف چار خلفاء کا ذکر ہوتا ہے امام حسنؓ پاک کی خلافت کا تذکرہ نہیں کیا جاتا اس کی کیا وجہ ہے؟

☆ امام حسنؓ پاک سے درحقیقت اہل سنت اور اہل تشیع دونوں گھروں نے بے اعتنائی برتی ہے۔ شیعہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ امام بک گیا تھا "العیاذ باللہ" اور اہلسنت کے ہاں بھی ان کے ذکر کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ عامۃ الناس کو اس حقیقت سے آگاہی

حاصل نہیں ہو سکی۔

✿ دلیل راہ: آپ کا انٹرویو اگر ایک صدی بعد کا قاری پڑھے تو اسے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

☆ ''دور مشکل ہے اپنی زندگی دفاع مصطفیٰ میں گزار دو''

✿ دلیل راہ: اہلسنت کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

☆ ''بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی'' اب ذاتی مفادات کو چھوڑیں اور ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے اتفاق اور اتحاد کا مظاہرہ کریں۔

✿ دلیل راہ: آپ نے اتحاد کی بات کی آپ کے نزدیک اتحاد اہلسنت کی سبیل کیا ہے؟

☆ میں ایک درویش آدمی ہوں یہ سوال آپ کسی سیاسی عالم سے پوچھیں۔

✿ دلیل راہ: آخر میں بغیر سوال کے کچھ ارشاد فرما دیں؟

☆ ہمارے مرتب کردہ دینی نصاب میں بہت سی خامیاں ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں سوائے چند کے کوئی قابل فخر لوگ پیدا نہ ہو سکے اب تو صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ کہیں سے کوئی عربی خط آجائے تو ترجمہ کرنے والا کوئی نہیں ملتا پھر لوگ دوڑتے ہیں میری طرف یا علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی طرف۔ میرے خیال میں اس نصاب کو جدید دور کے تقاضے مدنظر رکھتے ہوئے از سر نو ترتیب دینا چاہئے تا کہ ہماری ناقص نسلوں کے بعد کوئی کامل نسل پیدا ہو جو دین متین کی ترویج و اشاعت کے لئے کام کر سکے۔

✿✿✿

اہل بدر کے اسمائے گرامی پر برزنجی کی معلومات افزا تحریر

جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجی

تمام تعریف اللہ کو سزاوار ہے جس کے صفات اور اسماء پاک ہیں اور درود و سلام ہمارے سردار محمد ﷺ پر جنکے انوار نے وجود کو منور کر دیا اور آپ ﷺ کی آل پر جن سے اللہ تعالیٰ نے پلیدی دور کر دی اور ان کو پوری طرح پاک کیا اور آپ ﷺ کے اصحاب پر جن کی بدولت باغ اسلام سرسبز و شاداب ہوا۔

امابعد یہ بندہ جو اللہ نجات دینے والے کے فضل کا محتاج ہے جعفر بن حسن ابن عبدالکریم برزنجی عرض پرواز ہے کہ جب میں نے نامور علماء کی جماعت کو دیکھا کہ وہ صحابہ بدریین کے ناموں کو ان فضائل و خواص کی بدولت جو ان کے سوا کسی دوسرے بشر کو حاصل نہیں ہیں جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں خصوصاً استاد شیخ عبداللطیف شامی خدا ان کی روح کو آرام بخشے اور ان کی قبر کو منور کرے کیونکہ انھوں نے ان کو بڑی خوبی کے ساتھ جمع کیا ان میں سے اکثر کو کتاب عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر مؤلفہ فتح الدین محمد بن محمد یعمری معروف بہ ابن سید الناس سے اخذ کیا ہے اور اس کو حروف معجم پر مرتب کیا ہے اور جو اصحاب اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں ان کو آخر میں ذکر کیا ہے بعد فضائل اور ان اسماء کے کچھ خواص کا ذکر کیا ہے مگر انھوں نے اسماء کو مسلسل درج کر دیا ہے اور ان کو متوسل بہ کی کیفیت پر ذکر نہیں کیا اور نہ مہاجرین کو انصاری سے کہ اوسی یا خزرجی ہوتے ہیں اور نہ شہید کو تمیز دی ہے مگر علامت کے ساتھ۔ تو میں نے ان ناموں کو متوسل کی لڑیوں میں پرونے کی طرف توجہ کی۔ پس ان میں سے ہر اسم پر میں نے سیدنا کا لفظ داخل کیا جو باء جارہ کے ساتھ مقرون ہے یہ باء اللھم انی اسألک کے الفاظ کے ذکر کے بعد ہر اسم کے ساتھ آئی ہے پھر یہ الفاظ ان اسماء کی ہر نوع کے آغاز میں لفظ انّ کو واؤ عاطفہ کے ساتھ بدلنے کے بعد آئے ہیں کیونکہ متوسل بہ میں غالباً یہ طریقہ ہوتا ہے اور ان اسماء سے فارغ ہونے کے بعد جس کے لئے توسل کیا گیا ہے اس کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے ہر اسم کے ساتھ میں نے رضی اللہ عنہ لکھا ہے اور عشرہ مبشرہ کے ناموں میں، میں نے حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا اور نہ مصنفین کی اس طرز کو اختیار کیا ہے کہ جو اصحاب اپنی کنیتوں کے ساتھ مشہور ہیں ان کا ذکر آخر میں کیا جائے بلکہ اس کو میں نے مطلقاً ترمذی وغیرہ کی اس حدیث کی ترتیب کے موافق مقدم کیا ہے جس میں ان کے جنتی ہونے کا حکم لگایا گیا ہے اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا نام حرف حائے مہملہ میں مقدم کیا ہے۔ اور مہاجرین انصاری اوسی خزرجی اور شہید کی میں نے تصریح کر دی ہے اور اس سے مقصود ثواب اور آرام قلب ہے اور اس کے ساتھ میں شہداء احد کے نام شامل کر دیئے ہیں جن سے فریاد کرنا اور جن کے بلند ارادوں کے ساتھ امداد چاہنا مقصود ہے کیونکہ اہل احد کا رتبہ فضیلت میں اہل بدر کے بعد ہے۔ باینکہ ان کو شہادت کا وصف حاصل ہے بلکہ ان میں سے اکثر بدر میں بھی شریک ہوئے ہیں اور انھوں نے دونوں فضیلتیں حاصل کی ہیں اور اس میں تکرار نہیں کیونکہ دونوں حیثیتیں مختلف ہیں اور ان کو یعنی اسماء اہل احد کو حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کیا ہے مگر حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا نام جس کو میں نے مطلقاً مقدم رکھا ہے اور ان اسماء کو بھی بدریین کی طرح تمیز کیا ہے۔ مگر ابو زید انصاری کا نام کیونکہ مجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ وہ اوسی ہیں یا خزرجی اور ان اسماء کو میں نے ایسی دعاؤں کے ساتھ ختم کیا ہے جو انشاء اللہ مقبول ہونے والی ہیں ان سب باتوں میں میں نے ان کتابوں سے مدد لی ہے:

۱۔ اصابہ حافظ ابن حجر ۲۔ استیعاب ابن عبدالبر ۳۔ عیون بن سید الناس ۴۔ نور النبراس شرح سیرۃ ابن سید الناس

۵۔ شرح سیرۃ ابن سید الناس للنور حلبی ۶۔ سیرۃ شمس شامی ۷۔ سیرۃ ابن برہان حلبی ۸۔ رسالہ شیخ عبداللطیف

۹۔ شرح رسالہ مذکورہ وغیرہ

پس اس کتاب کی وہ بدری اور احدی لڑیاں تیار ہوگئیں جو روشن فضیلتوں پر شامل ہیں اور خدا کے فضل کے ساتھ اس شخص سے پر ظلم و نقصان

کو دفع کرنے سے متکفل ہے جوان کو ہر روز خلوص کے ساتھ ایک مرتبہ پڑھے اس لئے میں نے اس مجموعے کا نام جالیة الکرب باصحاب سید العجم و العرب رکھا۔ اور اللہ سے التجا ہے کہ وہ مجھ کو شک وشبہ کے راستوں سے بچائے اور دین و دنیا کی مہموں سے مجھ کو ہر آرزو پر کامیابی بخشے کیونکہ وہ عطا کرنے والا اور ہدایت بخشنے والا ہے اور اس پر میرا بھروسہ اور اعتماد ہے اب میں ان کے عام واضح وظاہر فضیلتوں اور ان کے اسماء کے خواص کا ذکر کرتا ہوں جن کے لئے ہر ایک نور سے منور ہونے والا قلب شادمان ہے تاکہ مومن کو ان کے ذریعے سے اس امر کی دلیل حاصل ہو کہ جو شخص مالی مصیبتوں میں ان کے نام کی دہائی دے وہ ان کی سنتے ہیں اور بڑی بڑی مصیبتوں اور تاریک مشکلات کے اندھیروں کو دور کرتی ہے کیونکہ قطرہ کی صفائی حوضوں کی شیرینی پر دلالت کرتی ہے اور کلی کی مہک باغوں کی خوشبو پر دلالت کرتی ہے اب میں کہتا ہوں کہ ان کے مناقب میں سے ایک یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی ﷺ کی زبان سے جنت کی بشارت دی ہے چنانچہ فرمایا پس تمہارے لئے جنت واجب ہوگئی جیسے کہ حاطب کے مشہور قصہ کے بعض الفاظ میں آیا ہے اور ایک یہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی سے کبھی گناہ کا صدور فرضاً ہوتا تو اس کو توبہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جب وہ گناہ صادر ہوگا تو بخشا ہوا ہی صادر ہوا۔ اگرچہ دنیا میں اس کے فاعل پر شرعاً اس کا حکم مترتب ہو اور اس امر کو میں نے شیخ عبداللطیف کے رسالہ بدریہ کی شرح میں واضح کر دیا ہے۔ ایک یہ ہے بدر کے واقعہ میں ملائکہ ان کے ساتھ شریک ہوئے اور جنگ کی اس جنگ میں فرشتوں کے شریک ہونے پر سب کو اتفاق ہے اور جنگ احد اور جنگ حنین میں اختلاف ہے۔ ان کے اسماء کے خواص کے متعلق ابن برہان حلبی اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ دوانی نے ذکر کیا ہے کہ اس نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ ان کے یعنی اہل بدر کے ذکر کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے اس کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے انتہیٰ۔

اہل بدر کے ذکر کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے

شیخ عبداللطیف اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ بعض نے ذکر کیا ہے کہ بہت اولیاء کو ان کے اسماء کی برکت سے ولایت دی گئی ہے اور بہت سے بیماروں نے ان کے طفیل سے اللہ سے شفا مانگی تو شفایاب ہوگئے۔ ایک عارف کہتے ہیں کہ میں نے جس مریض کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور ان کے نام خالص نیت سے پڑھے تو اللہ نے اس کو شفا بخشی اور اگر اس کی اجل نزدیک آگئی ہو تو اللہ اس کی تکلیف کم کر دی اور بعض نے کہا میں نے تلاوت اور کتابت دونوں طرح سے بڑے بڑے معاملات میں ان کے اسماء کو آزمایا ہے پس ان سے زیادہ جلدی اجابت میں نے کسی چیز میں نہیں دیکھی اور جعفر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ کو اصحاب رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تمام مہمات میں اہل بدر کے توسل کی وصیت کی اور مجھ سے فرمایا اے بیٹا ان کے ذکر کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور رحمت اور برکت اور بخشش اور رضی اور رضوان بندے کو گھیر لیتی ہے جبکہ وہ ان کا ذکر کرے یا دعا کے وقت ان کا نام لے اور جو کوئی ان کو ہر روز یاد کرے اور ان کے توسل سے کسی حاجت میں اللہ سے سوال کرے وہ اس کو پوری کر دی جاتی ہے لیکن جو شخص کسی مہم میں ان کا نام لے اس کو چاہیئے کہ ہر ایک نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہے پس یوں کہے محمد رسول اللہ ﷺ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسی طرح آخر تک کیونکہ یہ حصول مراد کے لئے زیادہ موثر ہے اور زید بن عقیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سال کا ذکر ہے کہ سرزمین مغرب میں ایک راستہ خونخوار درندوں کے سبب بند ہوگیا اور ایک اور راستہ چوروں کے سبب سے بند ہو گیا جو کوئی ان راستوں سے گذرتا ہلاک ہو جاتا اگرچہ وہ بڑی جماعت میں ہوتا اور اس راستہ میں بہت سی جانیں اور مال ضائع ہو گئے جب کوئی ہم پر اس راستہ سے وارد ہوتا تو ہم کو تعجب آتا ایک دن اسی اثناء میں کہ ہم بیٹھے تھے ایک آدمی اس راستہ سے آیا اور اس کی بڑی تجارت تھی اور اس کے ساتھ اس کے ایک غلام کے سوا کوئی اور نہ تھا اور وہ اپنے دونوں لب ہلا رہا تھا گویا کچھ اسماء پڑھ رہا ہے پس ہم نے اس سے ملاقات کی اور سمجھا یہ شخص بڑے شان وشکوہ سے آ رہا ہوگا اور اس کے پیچھے نظر کی تو اس کے ساتھ اس کے غلام کے سوا اور کوئی دکھائی نہ دیا میرے والد نے اس سے کہا سبحان اللہ تم اپنی تجارت کے ساتھ کس طرح سلامت رہے حالانکہ تم اکیلے ہوں اور یہ راستہ کئی سال سے چوروں اور درندوں کے سبب سے بند ہے اس نے کہا کیا یہ کافی نہیں کہ میں اس راستہ میں اس لشکر کے ساتھ داخل ہوا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے اور اس کو ساتھ لے کر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور اس کی بدولت اللہ نے آپ کو فتح بخشی میرے والد نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کون سے لشکر کو آپ نے پایا اس نے کہا اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کو میں نے پایا اور میں ان کو اپنے ساتھ اس خوفناک راستے میں لایا پس مجھ کو نہ کسی

چور سے خوف ہوا نہ کسی درندے سے۔ میرے والد نے کہا خدا کے لئے اپنا مفصل حال سناؤ اس نے کہا واضح ہو کہ میں ڈاکوؤں کا سردار تھا ہم ڈاکہ ڈالا کرتے تھے جو کوئی قافلہ گزرتا لوٹ لیتے جو مال تجارت آتا چھین لیتے۔ ایک رات اس اثناء میں کہ ہمارے جاسوس آئے اور خبر لائے کہ فلاں تاجر بہت سے تجارتی مال کے ساتھ آرہا ہے اور اس کے ساتھ پندرہ آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں جب ہم نے یہ سنا تو ان پر حملہ کر دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے دس آدمیوں کو قتل کر دیا پھر تاجر ہمارے سامنے آیا اور کہا اے لوگوں تمہارا کیا مطلب ہے اور کیا چاہتے ہوں ہم نے کہا ہم یہ تجارتی مال لینا چاہتے ہیں پس اپنے باقی ساتھیوں کے ساتھ نجات پاؤ قبل اس کے کہ تمہارے ساتھ بھی وہی گذرے جو تمہارے ساتھیوں کے ساتھ گذری اس نے کہا تم میرے ساتھ اہل بدر ہیں ہم نے کہا ہم اہل اس نے کہا اللہ اکبر پھر کچھ نام پڑھنے شروع کے پڑھتے سے رعب چھا گیا اور ہم کمزور ہو زمین میں ایک لرزہ اور ہتھیاروں کی کھٹ سنائی دیا اور کہنے والا کہہ رہا تھا اب اہل بدر کا آدمی دیکھے اور آدمی کیا وہ تو عقاب تھے جو سوار تھے پس انہوں نے ہم کو گھیر لیا جب

یہ تو وہ عقاب تھے جو ہوا سے آگے بڑھ جانے والے گھوڑوں پر سوار تھے

میں اس کی قدرت کہاں ہے جب کہ بدر کو اور اس کے اصحاب کو نہیں جانتے ہیں کیے جن کو ہم نہیں جانتے تھے تو ہم پر اس گئے ساتھ ہی ہم پر تند ہوا چلنے لگی اور ہم کو کھٹ اور نیزوں کا ایک دوسرے پر پڑنا صبر کے ساتھ مقابلہ کرواتے میں میں نے ہوا سے آگے بڑھ جانے والے گھوڑوں پر میں نے یہ حال دیکھا تو تاجر کی طرف گیا اور اس سے کہا میں اللہ کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس نے کہا ان کاموں سے اللہ کی طرف رجوع کر پس میں نے اس کے ہاتھ پر توبہ کی میرے رفیقوں میں سے اس قدر آدمی قتل ہو گئے جتنے اس کے رفیقوں میں سے قتل ہو گئے تھے پھر جب میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس سے سوال کئے اس نے مجھ کو اہل بدر کے نام سکھا دیے پس جب سے میں نے ان اسماء کو معلوم کیا ہے مجھ کو خشکی اور تری میں کسی آدمی کی چوکیداری کی ضرورت نہیں اور ان کے ساتھ میں اس راہ سے آیا ہوں جیسے کہ تم نے مجھ کو دیکھا ہے پس جو چور یا درندہ مجھ کو دیکھتا میرے راستہ سے الگ ہو جاتا پس اللہ کا شکر ہے اور یہی سبب میرے اکیلے آنے کا ہے اور بعض نے حکایت کی ہے کہ وہ حج کے ارادہ سے بیت الحرام کی طرف روانہ ہوا تو اسمائے اہل بدر کاغذ میں لکھے اور ان کو دروازہ کی دہلیز میں محفوظ رکھا اور شخص مال دار تھا پس جب سفر کو گیا تو چور گھر کی طرف آئے تا کہ تمام موجودہ مال لوٹ لیں جب چھت پر چڑھے تو ان کو کچھ کلام اور ہتھیاروں کی کھٹ کھٹ سنائی دی پس وہ واپس چلے گئے دوسری رات آئے تو پھر بھی ایسا ہی سنا تب ان کو تعجب آیا اور وہ باز آگئیں حتی کہ وہ آدمی حج سے واپس آیا تو چوروں کا سردار آیا اور کہنے لگا خدا کے لئے مجھے بتاؤ تم نے گھر میں حفاظت کا کیا بندوبست کیا تھا اس نے کہا میں نے اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا اللہ کے اس قول کو کہ **ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم** اور تمام اہل بدر کے اسماء کو لکھا تھا پس یہ چیز ہے جس کو میں نے اپنے گھر میں رکھا تھا پس اس چور نے کہا یہ بات مجھ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کافی ہے اور اہل مغرب میں سے ایک شخص جو سمندر کے سفر پر گیا تھا کہتا ہے کہ میں ہجرت کر کے ایک شہر سبتہ کی طرف گیا اس جہاز میں بہت سے لوگ سوار تھے اور سمندر میں طوفان آگیا اور سخت ہوائیں چلنے لگیں موجیں بلند ہو گئیں حتی کہ ہم غرق ہو جانے کے قریب ہو گئے پس ہم میں سے کوئی دعا کرتا تھا کوئی روتا تھا اور تضرع کرتا تھا پس مجھ سے میرے ایک رفیق نے کہا جہاز میں ایک مجذوب آدمی ہے کیا آپ اس کے پاس جا کر دعا کی التجا کرتے ہیں پس میں اس کی طرف گیا دیکھا کہ وہ سو رہا ہے میں نے اپنے دل میں کہا اس شخص کی طرف مجھ کو بھیجا ہے اگر اس بیچارے میں کچھ عقل ہوتی تو اس کو نیند نہ آتی جب کہ اس حالت میں ہیں پھر میں نے اپنے پاؤں کے ساتھ اس کو ٹھوکر ماری تو وہ جاگ اٹھا اور کانپتا تھا اور کہتا تھا **بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم** میں نے کہا اے اللہ کے بندے کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں پس وہ خاموش ہو گیا اور مجھ کو کوئی جواب نہ دیا پھر میں نے دوبارہ اس سے کہا تو اس نے کہا یہ لو کاغذ اس کو جہاز کے اگلے حصے میں کر کے جدھر سے ہوا آتی ہے اس طرف اس کے ساتھ اشارہ کرو پس میں نے اس کو لیا اور جس طرح اس نے کہا تھا ویسے ہی کیا تو اللہ نے میری نظر سے پردہ اٹھا دیا کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمیوں نے جہاز کو کناروں سے پکڑ لیا اور کھینچ کر ساحل پر لے گئے اور ریت میں لا کر کھڑا کیا اس رات میں بہت سے جہازات ٹوٹ گئے تھے دوسرے دن خوشگوار ہوا آئی اور ہم نے جہاز کو ریت سے نکال لیا اور روانہ ہوئے اس ورقہ میں اہل بدر کے نام لکھے ہوئے تھے پس ہم ان کے ناموں کو پڑھنے لگے حتی کہ صحیح وسالم منزل مقصود کو پہنچ گئے اللہ ان سب سے راضی ہو اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ میرا ایک بیٹا تھا جو مخلوق بھر سے مجھ کو عزیز تھا اور وہ دیانت دار اور

صاحب امانت اور پرہیز گار تھا پس اس کو وزیر کے بیٹے نے ظلم وزیادتی سے قتل کر ڈالا میں نے قصاص طلب کیا تو کسی نے میری دستگیری نہ کی تب میں نے صبح وشام اہل بدر کی طفیل خدا سے دعا مانگنی شروع کی اور طلب انتقام میں ان کی مدد مانگنے لگا حتی کہ میرا سینہ تنگ ہو گیا اور میں نا امید ہو گیا آخر ایک رات میں سو رہا تھا کہ اس اثناء میں بحالت خواب میں نے کچھ آدمی دیکھے جو اچھی ہیئت اور پسندیدہ حالت میں تھے اور کہنے والا کہتا تھا کہ آ گئے اہل بدر پس وہ آگے بڑھے ایک دوسرے کے قدم پر چلتے تھے میں نے اپنے دل میں کہا سبحان اللہ یہ لوگ اہل بدر ہیں جن سے میں اپنے فرزند کا انتقام لینے کے لئے مدد طلب کرتا ہوں واللہ میں ان کے پیچھے چلوں گا پس میں ان کے پیچھے چلنے لگا حتی کہ وہ ایک بلند مقام پر پہنچے اور ان میں سے ہر ایک ایک نورانی کرسی پر بیٹھ گیا اور میں لوگوں کو دیکھا کہ ان کی طرف آتے ہیں اور اپنے حالات کی شکایت کرتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا کہ وجہ ہے کہ میں اپنے فرزند کے قتل کی شکایت نہ کروں پس میں ان کی طرف بڑھا اور ان کو اپنے قصہ سے مطلع کیا اور یہ کہ کسی نے مجھ کو میرے فرزند کے انتقام لینے میں مدد نہیں دی پس ان میں سے ایک نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تم میں سے کون اس مسکین کے مخالف کو میرے سامنے لائے گا پھر ان میں سے ایک گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد اسے لایا اور ملزم اس کے ساتھ تھا پس اس سے کہا کہ تو وہی ہے جس نے اس کے بیٹے کو قتل کیا ہے کہا ہاں فرمایا تجھ کو اس کے قتل پر کس بات نے آمادہ کیا ہے کہا ظلم اور سرکشی نے پس فرمایا زمین پر بیٹھ جا پس وہ بیٹھ گیا پھر مجھ کو ایک خنجر دے

شیخ صفی الدین قشاشی نے کہا
"وہ سیدنا حمزہ ﷺ کی روحانیت تھی
جو متجسم ہو کر آتی تھی"

کر کہا یہ تمہارا ملزم ہے اس کو قتل کرو جس طرح اس نے تمہارے بیٹے کو قتل کیا پس میں اس کو پکڑا اور ذبح کر ڈالا پھر میں اپنی نیند سے اٹھا تو جب دن چڑھا میں نے بڑا شور وغوغا سنا اور لوگ کہتے تھے کہ وزیر کا بیٹا اپنے بستر پر ذبح شدہ پایا گیا اور معلوم نہیں کس نے اس کو قتل کیا اور عسقلانی نے ایک نسخہ میں قسطلانی نے کہا میرے ایک چچا کا بیٹا مشرکین کے ملک میں گرفتار ہو گیا پس اہل روم نے اس کے فدیے میں بہت سا مال طلب کیا ہم کو اس کے دینے کی طاقت نہ تھی پس میں نے اس کی طرف اسماء اہل بدر کاغذ میں لکھ کر بھیج دیئے اور اس کو اس کے حفظ کرنے اور ان سے توسل چاہنے کی وصیت کی کہا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بغیر فدیئے کے چھوڑ دیا پس جب ہمارے پاس آیا ہم نے اس کے متعلق اس سے پوچھا جب وہ ورق میری طرف پہنچا جن میں وہ اسماء تھے تو میں نے اس کے بارے میں وہی عمل کیا جیسے کہ تم نے کہا تھا پس انہوں نے مجھ کو منحوس سمجھا اور ایک دوسرے کے پاس فروخت کرنے لگے۔ اور جو شخص مجھ کو خریدتا تھا اس پر کوئی مصیبت نازل ہو جاتی تھی تو میری قیمت گھٹنے لگی حتی کہ مجھ کو سات دینار کے عوض فروخت کیا گیا پس جس شخص نے مجھ کو اب کے خریدا تھا اس کو تین دن سے زیادہ نہ گزرے تھے حتی کہ وہ سب سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گیا پس وہ مجھ کو طرح طرح کا عذاب دینے لگا اور کہتا تھا کہ تو جادو گر ہے اور میں تجھ کو فروخت نہ کروں گا صلیب پر تیری قربانی چڑھا کر ثواب حاصل کروں گا پس تھوڑی ہی دیر بعد اس کے گھوڑے نے اس کے پاؤں مارا جس سے اس کا منہ توڑ ڈالا اور وہ اسی وقت مر گیا کہتا ہے کہ پس اس کے بیٹے نے مجھ کو پکڑ کر طرح طرح ک اعذاب دینا شروع کیا اور میری خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی انہوں نے اس سے کہا اس قیدی کو شہر سے باہر نکال دے اس نے کہا نہیں میں اس کو عذاب کے ساتھ ماروں گا پس تین ہی دن گزرے تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ بادشاہ کا جہاز تلف ہو گیا جس میں بادشاہ کا فرزند اور بہت سا مال تھا پس جب یہ خبر روم تک پہنچی تو وہ لوگ بادشاہ کے پاس آئے اور کو میرے تمام حال سے مطلع کیا اور بتایا کہ جب تک یہ مسلمان ہمارے ملک میں ٹھہرے گا ہم ہلاک ہو جائیں گے اور ہم کو کوئی شک نہیں کہ وہ انبیاء کی اولاد سے ہے پس بادشاہ نے مجھ کو بلا بھیجا اور قید سے چھوڑ کر مجھ کو ایک سو دینار دیئے اور میرے وطن کی طرف مجھ کو بھیج دیا پس یہ میرے قید سے چھوٹ جانے کا سبب ہے والحمد للہ علی ذلک وہ بیان ختم ہوا جو شیخ عبداللطیف نے اپنے رسالہ میں ان کے فضائل اور خواص اسماء اور دادخواہ کے لئے نزول مشکلات کے وقت ان کی دادخواہی کے متعلق نقل کیا ہے اور ان کی امدادوں میں سے ایک وہ واقعہ ہے جس کو حموی نے اپنی کتاب نتائج الارتحال والسفر فی اخبار اہل القرآن الحادی عشر میں بہ ضمن حالات جامع شریعت وحقیقت شیخ احمد بن محمد الدمیاطی معروف بہ ابن عبدالغنی البنا متوفی بمدینہ منورہ در ماہ محرم الحرام سنہ ۱۱۱۶ لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک سال میں نے اپنی والدہ کے ساتھ حج کیا۔ یہ قحط کا سال تھا اور میرے ساتھ دو اونٹ تھے۔ جن کو میں نے مصر سے خریدا تھا ان پر ہم نے حج کیا جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور مدینہ کی طرف رخ کیا تو دونوں اونٹ مدینہ میں مر گئے اور ہمارے ساتھ کوئی مال نہ تھا جس کے ساتھ ہم اور اونٹ خرید سکتے یا کسی

سے کرایہ پر لے سکتے پس میں اس سے بڑا لاچار ہو گیا اور اپنے شیخ صفی الدین قشاشی قدس اللہ سرہ کی خدمت حاضر ہوا اور اپنے حال سے ان کو مطلع کیا اور عرض کیا میں نے سفر سے معذور ہو جانے کے باعث اب مدینہ میں پڑے رہنے کا ارادہ کر لیا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کشائش بخشی پس وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر مجھ سے فرمایا اس وقت سیدنا محمد ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب کی قبر پر جاؤ اور قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھ کر ان کی قبر پر کھڑے ہوئے ان کو اپنے حال سے از وال تا آخر مطلع کرو جس طرح مجھ سے بیان کی ہے میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور فی الفور صبح کے وقت ان کی قبر پر حاضر ہو کر آیات کی تلاوت کے بعد ان کو اپنے حال سے مطلع کیا جس طرح میرے شیخ نے مجھ کو حکم دیا اور فی الفور ظہر سے پہلے واپس آیا پس میں باب الرحمۃ کی طہارت گاہ کی طرف واپس آیا تو وضو کیا اور مسجد میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کی میری والدہ مسجد میں مجھ سے کہہ رہی ہے یہاں ایک آدمی تیرے بارے میں مجھ سے پوچھ رہا تھا اس کی طرف جاؤ میں پوچھا وہ کہاں ہے کہا اس کو حرم کی پچھلی طرف دیکھو پس میں اس کی طرف گیا جب اس کے سامنے گیا تو دیکھا کہ وہ ایک سفید ریش بارعب آدمی ہیں پس فرمایا مرحبا یا شیخ احمد میں نے ان ہاتھ پر بوسہ دیا فرمایا مصر کے سفر کو تیار ہو جاؤ میں نے عرض کیا یا حضرت کس کے ساتھ سفر کروں فرمایا میرے ساتھ چلو تا کہ کسی سے کرایہ سواری لے دوں پس میں ان کے ساتھ گیا حتیٰ کہ ہم اونٹوں کی فرودگاہ میں پہنچے جہاں مصری حاجی اترے پڑے تھے وہ بزرگ ایک مصری کے خیمہ میں داخل ہوئے میں بھی ساتھ اندر چلا گیا جب انہوں نے مالک خیمہ کو سلام کیا تو وہ تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور ان کے ہاتھ چومے اور ان کی کمال عزت کی انہوں نے اس سے کہا میرا مدعا یہ ہے کہ تم شیخ احمد اور اس کی والدہ کو اپنے ساتھ مصر لے جاؤ ور اس سال اونٹ کثرت موت کے باعث کمیاب تھے اور ان کا کرایہ سخت گران تھا پس ان سے منظور کر لیا فرمایا کیا کرایہ لو گے کہا یا حضرت جو کچھ آپ چاہیں فرمایا اتنا اس نے قبول کیا اور ان بزرگ نے کرایہ کا اکثر حصہ اپنے پاس سے ادا کر دیا اور مجھ سے فرمایا اٹھو اپنی والدہ کو اور اپنے مال کو لے آؤ میں اٹھ کر چلا اور وہ بزرگ اس شخص کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں اپنی والدہ کو اور اسباب کو لے آیا مجھ سے شرط کی کہ باقی کرایہ مصر پہنچ کر میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گا میں نے یہ قبول کیا پس انہوں نے فاتحہ پڑھی اور اس کو میرے ساتھ نیکی سے پیش آنے کی وصیت کیا اور اٹھ کر چل دیئے میں ان کے ساتھ ہو لیا جب ہم مسجد تک پہنچے تو پہلے اندر چلو میں اندر گیا اور نماز کا وقت ہو جانے پر ان کا انتظار کیا تو وہ مجھے نظر نہ آئے اور کئی مرتبہ ان کو تلاش بھی کیا مگر نہ ملے پس میں اس شخص کی طرف واپس گیا جس سے کرایہ کیا تھا اس سے پوچھا کہ وہ کون تھے اور ان کا گھر کہاں ہے اس نے کہاں میں ان کو نہیں جانتا اور آج سے پہلے کبھی ان کو دیکھا نہیں لیکن جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ پر ان سے کچھ ایسا خوف اور رعب چھایا جو عمر بھر کبھی نہ چھایا تھا میں پھر واپس گیا اور کئی مرتبہ پھر تلاش کیا مگر میری نظر ان پر نہ پڑی پھر میں اپنے مرشد شیخ صفی الدین احمد قشاشی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کی ان کو خبر دی فرمایا وہ سید حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی روحانیت تمہارے لئے مجسم ہو کر آئی تھی پھر میں اپنے رفیق کی طرف جس نے کرایہ کیا تھا واپس گیا اور ان کے ساتھ حاجیوں کے ہمراہ مصر کی طرف روانہ ہوا میں نے اس سے وہ حسن سلوک اور خاطر داری اور خوش خلقی دیکھی جو کسی نے نہ بحالت سفر دیکھی اور نہ بحالت قیام دیکھی یہ سب کچھ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور نفعنا کی برکت سے تھا الحمد للہ علی ذالک انتہیٰ ماذکرالحموی فی ضابجہ اور ان کی امداد دن میں سے ایک وہ واقعہ ہے جو شیخ محمد بن مرحوم عبد اللطیف التحام مالکی مدنی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ شیخ سید بن قطب ربانی ملا ابراہیم کردی سید الشہداء حمزہ عم رسول رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لئے اہل مدینہ کی مقررہ زیارت سے پیشتر جو رجب کی بارھویں تاریخ کو ہوتی ہے گئے اور وہ پیشتر ان کی زیارت کو پہلے چلے اور بارھویں تاریخ تک وہاں مقیم رہتے وہ کہتے ہیں کہ ایک سال ان کے ساتھ گئے اور دیوان السنو دمیں ٹھہرے جب رات پڑی تو رفقاء سو گئے میں ان کی حفاظت کرنے لگا میں نے دیکھا کہ ایک سوار ہمارے قیام گاہ کے اردگرد چکر لگا رہا ہے میں نے اس کی طرف بڑھنے میں سستی کی پھر میں نے اپنے دل میں کہا تو کہاں تک سستی کرے گا حتیٰ کہ وہ مجھ پر حملہ کر دے گا پھر میں اس کی طرف گیا اور اسے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا تجھے کیا ہوا کیا اس لئے تو میرے دائرہ حمایت میں اترتا ہے اور مجھے رنج پہنچاتا ہے یعنی اپنی شب بیداری اور پاسبانی سے جبکہ میں خود برابر تمہاری حفاظت کرتا ہوں اور میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے اللہ ان سے اور تمام صحابہ سے راضی ہو۔ اور ان کے منازل مبارکہ رحمت کے مینہ سے سرسبز رہیں اصحاب بدر کے شمار کے متعلق مرجح قول یہ ہے کہ وہ تین سو تیرہ مرد ہیں اور یہاں مذکور ان کے تین سو چونسٹھ نام ہیں چورانوے نام اوس کے ہیں اور چھیانوے نام خزرج کے ہیں ان میں سے ابو قیس بن معلی ہیں کیونکہ عیون کے اندر وہ ان میں شمار کیا گیا ہے اور اس کو شیخ عبداللطیف نے اپنے رسالہ میں ذکر نہیں کیا اور ان میں سے اس کا بھائی زید ہے کیونکہ اس نے اس کو اپنے رسالے کے اندر ان میں شمار کیا ہے جیسا کہ حافظ نے اصابہ میں کہا ہے اور عیون میں اس کا ذکر نہیں کیا اور جو ذکر کیا ہے اس میں جو وہ نام

شہیدوں کے ہیں چھ مہاجروں میں سے چھ خزرج میں سے اور دو اوس میں سے اور اکثر کا زعم ہے شہداءِ احد ستر ہیں اور ان کے نام یہاں ایک سو تین ہیں تیرہ مہاجرین کے ہیں چالیس اوس کے پچاس خزرج کے اور ان میں سے ہر ایک کو خیر البریہ ﷺ کی محبت کی بدولت فضیلت اور برتری حاصل ہے اور یہ ان کے بانسق اسماء کے موتیوں کے ہار اور چمک دار جواہر کی لڑیاں ہیں میں ان کو اس واسطہ عظمیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جن کو جناب الٰہی سے مقام اعلیٰ حاصل ہے پس میں کہتا ہوں:

هذا اسماءُ السادات اهلُ البدرِ رضی الله تعالیٰ عنهم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

اللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُهَاجِرِیِّ ﷺ

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِسَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْمُهَاجِرِیِّ ﷺ
وبسیدنا ابی بکر ن المهاجری ؓ
وبسیدنا عمر بن الخطاب المهاجری ؓ
وبسیدنا عثمان بن عفان المهاجری ؓ
وبسیدنا علی بن ابی طالب ن المهاجری ؓ
وبسیدنا طلحهة بن عبیدالله المهاجری ؓ
وبسیدنا الزبیر بن العوام المهاجری ؓ
وبسیدنا عبد الرحمٰن بن عوف المهاجری ؓ
وبسیدنا سعد بن ابی وقاص ن المهاجری ؓ
وبسیدنا سعید بن زید ن المهاجری ؓ
وبسیدنا ابی عبیدة بن الجراح المهاجری ؓ

حرف الالف

اللهم واسئلک بسیدنا اُبیّ بن کعب ن الخزرجیّ ؓ
وبسیدنا الاخنس بن حبیب ن المهاجری ؓ
وبسیدنا الارقم بن ابی الارقم المهاجری ؓ
وبسیدنا اسعدبن یزید الخزرجی ؓ
وبسیدنا انس بن معاذ ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا انس مولیٰ رسول الله ﷺ ؓ
وبسیدنا انیس بن قتاده الاوسی ؓ
وبسیدنااوس بن خولی الخزرجی ؓ
وبسیدنا اِیَاس بن اوس ن الاوسی ؓ
وبسیدنا اِیَاس بن الْبُکَیْر المهاجری ؓ

حرف الباء

اللهم واسئلک وبسیدنا بُجَیْربن ابی بُجَیر ؓ
وبسیدنا بَحَّاث بن ثَعْلَبَة الخزرجی ؓ
وبسیدنا الْبَرَآء بن مَعْرُوْر ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا بَسْبَسَة بن عَمْرٍ و الخزرجی ؓ
وبسیدنا بِشْر بن الْبَرَآء الخزرجی ؓ
وبسیدنا بَشِیْر بن سعد ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا بِلَال بن رَبَاح ن المهاجری ؓ

حرف التاء المثناة فوق

اللهم واسئلک وبسیدنا تَمِیْم مولیٰ خِرَاش ن الخزرجی ؓ
وبسید نا تَمِیْم مولیٰ بَنِی غَنْم بن السَّلْم الاَوْسی ؓ
وبسیدنا تَمِیْم بن یُعَار ن الخزرجی ؓ

حرف الثاء المثلثة

اللهم واسئلک بسیدنا ثابت بن اقرمَ الاوسی ؓ
وبسیدنا ثابت بن ثعلبه الخزرجی ؓ
وبسیدنا ثابت بن خالد ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا ثابت بن عمر ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا ثابت بن هزّال ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا ثعلبه بن حاطب ن الاوسی ؓ
وبسیدنا ثعلبة بن عمر ون الخزرجی ؓ
وبسیدنا ابن عمر ن والمهاجری ؓ
وبسیدنا ثعلبة بن عمر ن المهاجری ؓ
وبسیدنا ثعلبة بن عنمة الخزرجی ؓ
وبسیدنا ثقف ابن عمر ن والمهاجری ؓ

حرف الجیم

اللهم واسئلک بسیدناجابربن عبداللّٰہابن ریاب ن الخزرجی ؓ
وبسید ناجابر بن عبد الله بن عمر والخزرجی ؓ
وبسیدنا جبار بن صخر ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا جبر بن عتیک ن الاوسی ؓ
وبسیدنا جبیر بن ایاس ن الاوسی ؓ

حرف الحاء المهملة

اللهم واسالک بسیدناحمزة بن عبدالمطلب المهاجری ؓ
وبسیدنا الحارث بن اوس رافع ن الاوسی ؓ
وبسیدنا الحارث ا بن اوس بن معاذ ن الاوسی ؓ
وبسیدنا الحارث بن حاطب ن الاوسی ؓ
وبسیدنا الحارث بن ابی خزمة الاوسی ؓ
وبسیدنا الحارث بن خزمة الاوسی ؓ

وبسيدنا الحارث بن خزمة الخزرجي ؓ
وبسيدنا الحارث بن عرفجة الاوسی ؓ
وبسيدنا الحارث بن قيس ن الخزرجي ؓ
وبسيد نا الحارثة بن سراقة الخزرجي الشهيد ؓ
وبسيدنا حاطب بن ابی بلتعة المهاجری ؓ
وبسيدنا الحباب بن المنذر الخزرجي ؓ
وبسيدنا حرام بن ملحان الخزرجي ؓ
وبسيدنا الحصين بن الحارث المهاجری ؓ
وبسيدنا الحارث بن الصمة الخزرجي ؓ
وبسيدنا الحارث بن قيس ن الاوسی ؓ
وبسيدنا الحارث بن النعمان الاوسی ؓ
وبسيدنا الحارثة بن النعمان الخزرجي ؓ
وبسيدنا حاطب بن عمر و المهاجری ؓ
وبسيدنا حبيب بن الاسود الخزرجي ؓ
وبسيدنا حريث بن زيد ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا حمزة بن الحمير الخزرجي ؓ

حرف الخاء المعجمة

اللهم واسئلک بسيدنا خارجة بن زيد ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا خالد بن قيس ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا خباب مولیٰ عتبة المهاجری ؓ
وبسيدنا خراش بن الصمة الخزرجي ؓ
وبسيدنا خزيمه بن فاتک ن المهاجری ؓ
وبسيدنا خلاد بن سويد ن الخذرجي ؓ
وبسيدنا خلاد بن قيس ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا خليفة بن عدی الخزرجي ؓ
وبسيدنا خواث بن جبير ن الاوسی ؓ
وبسيدنا خالد بن البكير المهاجری ؓ
وبسيدنا خباب بن الارث المهاجری ؓ
وبسيدنا خبيب بن إساف ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا خراش بن قتاده الاوسی ؓ
وبسيدنا خلاد بن رافع الخزرجي ؓ
وبسيدنا خلاد بن عمر و الخزرجي ؓ
وبسيدنا خليد بن قيس ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا خنيس بن حزافة المهاجری ؓ
وبسيدنا خولی بن ابی خولی المهاجری ؓ

حرف الذال

اللهم واسئلک بسيدنا ذكوان بن عبيد ن المهاجری ؓ
وبسيدناذی اشمالين ابن عبدعمرون المهاجری الشهيد ؓ

حرف الراء المهملة

اللهم و اسئلک بسيدنا راشد بن المعلی الخزرجي ؓ
وبسيدنا رافع بن عَنجَدَةَ الاوسی ؓ
وبسيدنا رافع بن المعلی الخزرجي الشهيد ؓ
وبسيدنا ربعی بن رافع ن الاوسی ؓ
وبسيدنا ربيعة بن اكثم المهاجری ؓ
وبسيدنا رفاعة بن الحارث الخزرجي ؓ
وبسيدنا رفاعة بن عبد المنذر الاوسی ؓ
وبسيدنا رافع بن الحارث الخزرجي ؓ
وبسيدنا رافع بن مالک ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا رافع بن يزيد الاوسی ؓ
وبسيدنا الربيع بن اياس ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا رخيلة بن ثعلبة الخزرجي ؓ
وبسيد نا رفاعة بن رافع بن مالک ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا رفاعة بن عمرو ن الخزرجي ؓ

حرف الزاء

اللهم و اسئلک وبسيدنا زياد بن السکن الاوسی ؓ
وبسيدنا زياد بن لبيد ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا زيد بن حارثة المهاجری ؓ
وبسيدنا زيد بن المزين ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا زيد بن وديعة الخزرجي ؓ
وبسيدنا زياد بن عمرو ن الخزرجي ؓ
وبسيدنا زيد بن اسلم الاوسی ؓ
وبسيدنا زيد بن الخطاب المهاجری ؓ
وبسيدنا زيد بن المعلی الخزرجي ؓ

حرف السين المهملة

اللهم واسئلک وبسيدنا سالم مولیٰ ابی حذيفة المهاجری ؓ
وبسيدنا سالم بن عمير ن الاوسی ؓ

وبسیدنا السائب بن عثمان بن مظعون المهاجری ؓ
وبسیدنا سراقة بن عمرو ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا سعد مولٰی حاطب ن المهاجری ؓ
وبسیدنا سعد بن خیثمة الاوسی الشهید ؓ
وبسیدنا سعد بن زید ن الاوسی ؓ
وبسیدسعد بن سهیل ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسعد بن عبید ن الاوسی ؓ
وبسیدناسعد بن معاذن الاوسی ؓ
وبسیدناسلمة بن اسلم الاوسی ؓ
وبسیدناسلمة بن سلامة الاوسی ؓ
وبسیدنامسلمین الحارث الخزرجی ؓ
وبسیدناسلیم بن قیس ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسماک بن سعد ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسنان بن صیفی ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسهل بن رافع ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسهل بن قیس ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسهیل بن وهب ن المهاجری ؓ
وبسیدناسواد بن غزیة الخزرجی ؓ

وبسیدنا سبرة بن فاتک ن المهاجری ؓ
وبسیدنا سراقة بن کعب ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا سعد بن خولة المهاجری ؓ
وبسیدنا سعد بن الربیع الخزرجی ؓ
وبسیدناسعد بن سعد ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسعد بن عبادة الخزرجی ؓ
وبسیدناسعد بن عثمان الخزرجی ؓ
وبسیدناسفیان بن نسر ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسلمة بن ثابت ن الاوسی ؓ
وبسیدناسلیط بن قیس ن الخزرجی ؓ
وبسیدنامسلمین عمرون الخزرجی ؓ
وبسیدناسلیم بن ملحان الخزرجی ؓ
وبسیدناسنان ا بن ابی سنان المهاجری ؓ
وبسیدناسهل بن حنیف ن الاوسی ؓ
وبسیدناسهل بن عتیک ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسهیل بن رافع ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسواد بن رزین ن الخزرجی ؓ
وبسیدناسویبط بن حرملة المهاجری ؓ

حرف الشین المثلثة

اللهم واسالک بسیدنا شجاع بن وهب ن المهاجری ؓ
وبسیدنا شماس بن عثمان المهاجری ؓ
وبسید نا شریک بن انس ن الاوسی ؓ

حرف الصاد

اللهم واسا لک بسیدنا صبیح مولیٰ ابی العاص المهاجری ؓ
وبسیدناصهیب بن سنان المهاجری ؓ
وبسید ناصفوان بن وهب ن المهاجری الشهید ؓ
وبسیدنا صیفی بن سواد ن الخزرجی ؓ

حرف الضاد

اللهم واسالک بسیدنا الضحاک بن حارثة الخزرجی ؓ
وبسیدنا ضمرة بن عمرو ن الخزرجی ؓ
وبسید ناالضحاک بن عبد عمر و ن الخزرجی ؓ

حرف الطاء

اللهم واسالک بسیدنا الطفیل بن الحارث المهاجری ؓ
وبسیدنا الطفیل بن النعمان الخزرجی ؓ
وبسیدنا الطفیل بن مالک ن الخزوجی ؓ
وبسیدنا طلب بن عمیر ن المهاجری ؓ

حرف العین

اللهم واسالک بسیدنا عاصم بن ثابت ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عاصم بن العکیر الخزرجی ؓ
وبسیدنا عاقل بن البکیر المهاجری الشهید ؓ
وبسیدنا عامر بن البکیر المهاجری ؓ
وبسیدنا عامر بن سعد ن الخزرجی ؓ

وبسیدنا عاصم بن عدی ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عاصم بن قیس ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عامر بن امیة الخزرجی ؓ
وبسیدنا عامر بن ربیعة المهاجری ؓ
وبسیدنا عامر بن سلمة الخزرجی ؓ

وبسیدنا عامر بن فهیرة المهاجری ؓ
وبسیدنا عامر بن السکن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عباد بن بشر ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عُبادة بن الصامت الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن جبیر ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن جدّ الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن الربیع الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن زید ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن سَلَمَةَالاوسی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن سهیل نِ الهاجری ؓ
وبسیدنا عبدالله بن طارق نِ الاوسی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن عبد مناف ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن عمر ون الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن قیس ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن کعب ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن مسعود ن المهاجری ؓ
وبسیدنا عبدالله بن نُعمان الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبد الرحمٰن بن جبر ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عَبْس بن عامرِ ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبید بن التیهان الاوسی ؓ
وبسیدنا عبید بن ابی عبیده ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عتبان بن مالک ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عتبة بن عبدالله الخزرجی ؓ
وبسیدناعثمان بن مظعون المهاجری ؓ
وبسیدنا عدی بن ابی الز غباءِ الخزرجی ؓ
وبسیدنا عصیمةالخزرجی ؓ
وبسیدنا عقبة بن عامرن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عقبة بن وهب ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عکاشة بن محصن المهاجری ؓ
وبسیدنا عمارة بن حزم ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمر وبن ایاس ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمرو بن المجموع الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمرو بن الحارث المهاجری ؓ
وبسیدنا عمرو بن ابی سرح ن المهاجری ؓ
وبسیدنا عمرو بن قیس ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمروبن معبد الاوسی ؓ
وبسیدنا عمیر بن الحام الخزرجی الشهید ؓ
وبسیدنا عمیر بن عوف ن المهاجری ؓ
وبسید نا عوف بن الحارث الخزرجی الشهید ؓ
وبسیدنا عیاض بن زهیر ن المهاجری ؓ

وبسیدنا عامر بن مخلد ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عائذ بن ما عص ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عباد بن قیس ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن ثعلبه الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن جَحش ن المهاجری ؓ
وبسیدنا عبدالله بن الحُمَیِّر الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن رواحة الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن سُراقه المهاجری ؓ
وبسیدنا عبدالله بن سهل نِ الاوسی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن شریک ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن عامر ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن عُرُفُطَةَ الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن عمیر ن الخزرجی ؓ
وبسید ناعبدالله بن قیس بن صَخر ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدالله بن مَخْرَمَةَ المهاجری ؓ
وبسیدنا عبدالله بن مظعون المهاجری ؓ
وبسیدنا عبد ربه بن حق ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عبدةَ بن الحَسْحاس الخزرجی ؓ
وبسیدنا عُبید بن اوس ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عبید بن زید ن الخزرجی ؓ
وبسید ناعبیدة بن الحارث المهاجری الشهید ؓ
وبسیدنا عتبة بن ربیعة الخزرجی ؓ
وبسیدنا عتبة بن غزوان المهاجری ؓ
وبسیدنا العجلان بن النعمان الخزرجی ؓ
وبسیدنا عصمة بن الحصین الخزرجی ؓ
وبسیدنا عطیة بن نویرة الخزرجی ؓ
وبسیدنا عقبة بن عثمان الخزرجی ؓ
وبسیدنا عقبة بن وهب ن المهاجری ؓ
وبسیدنا عماربن یا سرن المهاجری ؓ
وبسیدنا عمارة بن زیادن الاوسی ؓ
وبسیدنا عمر و بن ثعلبة الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمرو بن الحارث الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمرو بن سراقة المهاجری ؓ
وبسیدنا عمرو بن طلق ن الخزرجی ؓ
وبسیدنا عمروبن معاذ ن الاوسی ؓ
وبسیدنا عمیر بن حرام الخزرجی ؓ
وبسیدناعمیر بن عامر ن الخزرجی ؓ
وبسید ناعمیربن ابی وقاص المهاجری الشهید ؓ
وبسیدنا عویم بن ساعدة الاوسی ؓ

حرف الغين المعجمة

اللهم واسالک بسیدنا غنام بن اوس ن الخزرجی ﷺ

حرف الفاء

اللهم واسالک بسیدنا الفاکه بن بشر ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا فروة بن عمر و ن الخزرجی ﷺ

حرف القاف

اللهم واسالک بسیدنا قتادة بن النعمان الاوسی ﷺ وبسیدنا قدامة بن مظعون ن المهاجری ﷺ
وبسیدنا قطبة بن عامر ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا قیس بن عمرو ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا قیس بن محصن ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا قیس بن مخلد ن الخزرجی ﷺ

حرف الکاف

اللهم واسالک بسیدنا کعب بن جمازه الخزرجی ﷺ وبسیدنا کعب بن زید ن الخزرجی ﷺ

حرف اللام

اللهم واسالک بسیدنا لبدة بن قیس ن الخزرجی ﷺ

حرف المیم

اللهم واسالک بسیدنا مالک بن ابی خولی ن المهاجری ﷺ وبسیدنا مالک بن ربیعة الخزرجی ﷺ
وبسیدنا مالک بن رفاعة الخزرجی ﷺ وبسیدنا مالک بن عمر و ن المهاجری ﷺ
وبسیدنا مالک بن قدامة الاوسی ﷺ وبسیدنا مالک بن مسعود ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا مالک بن نمیلة الاوسی ﷺ وبسیدنا مبشربن عبد المنذر الاوسی ﷺ
وبسیدنا المجذر بن زیادن الخزرجی ﷺ وبسیدنا محرر بن عامر الخزرجی ﷺ
وبسیدنا محرزبن نضلة المهاجری ﷺ وبسیدنا محمد بن مسلمة الاوسی ﷺ
وبسیدنا مدلاج بن عمرو ن المهاجری ﷺ وبسیدنا مر ثد بن ابی مرثد ن المهاجری ﷺ
وبسیدنا مسطح بن اثاثة المهاجری ﷺ وبسیدنا مسعود بن اوس ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا مسعود بن خلدة الخزرجی ﷺ وبسیدنا مسعود بن ربیعة المهاجری ﷺ
وبسیدنا مسعود بن زید ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا مسعود بن سعد ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا مسعود بن عبد سعد ن الاوسی ﷺ وبسیدنا مصعب بن عمیر ن المهاجری ﷺ
وبسیدنا معاذ بن جبل ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا معاذ بن الحارث الخزرجی ﷺ
وبسیدنا معاذ بن الصمة الخزرجی ﷺ وبسیدنا معاذ بن عمر و ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا معاذ بن ماعص ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا معبد بن عباد ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا معبد بن قیس ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا معتب بن عبید ن الاوسی ﷺ
وبسید نا معتب بن عوف ن المهاجری ﷺ وبسیدنا معتب بن قشیر ن الاوسی ﷺ
وبسیدنا معقل بن المنذر الخزرجی ﷺ وبسیدنا معمر بن الحارث المهاجری ﷺ
وبسیدنا معن بن عدی ن الاوسی ﷺ وبسیدنا معن بن عدی ن الاوسی ﷺ
وبسیدنا معن بن یزید المهاجری ﷺ وبسیدنا معوذ بن الحارث الخزرجی ﷺ
وبسیدنا معوذبن عمر و ن الخزرجی ﷺ وبسیدنا المقداد بن الاسود المهاجری ﷺ
وبسیدنا ملیل بن وبرة الخزرجی ﷺ وبسیدنا المنذر بن عمرو ن الخزرجی ﷺ
وبسیدنا المنذر بن قدامة الاوسی ﷺ وبسیدنا المنذر بن محمد ن الاوسی ﷺ
وبسیدنا مهجع بن صالح المهاجری الشهید مولیٰ عمر بن الخطاب المهاجری ﷺ

حرف النون

اللهم واسالک بسیدنا نضر بن الحارث الاوسی ﵁
وبسیدنا النعمان بن ابی خزمة الاوسی ﵁
وبسیدنا النعمان بن عمر و ن الخزرجی ﵁
وبسیدنا نعیمان بن عمرو ن الخزرجی ﵁
وبسیدنا نوفل بن عبدالله الخزرجی ﵁
وبسیدنا النعمان الاعرج الخزرجی ﵁
وبسیدنا النعمان بن سنان الخزرجی ﵁
وبسیدنا النعمان بن عبد عمرو ن الخزرجی ﵁
وبسیدنا النعمان بن مالک ن الخزرجی ﵁

حرف الواو

اللهم واسالک بسیدنا واقد بن عبدالله المهاجری ﵁
وبسیدنا ودیعة بن عمرو ن الخزرجی ﵁
وبسیدنا وهب بن سعد ن المهاجری ﵁
وبسیدنا ودقة بن ایاس ن الخزرجی ﵁
وبسیدنا وهب بن ابی سرح ن المهاجری ﵁

حرف الهاء

اللهم واسالک بسید نا هانی بن نیار ن الاوسی ﵁
وبسیدنا حلال بن المعلی الخزرجی ﵁
وبسیدنا هبیل بن وبرة الخزرجی ﵁

حرف الیاء

اللهم واسئلک بسیدنا یزید بن الاخنس المهاجری ﵁
و بسیدنا یزید بن خزام ن الخزرجی ﵁
و بسیدنا یزید بن السکن الاوسی ﵁
وبسید نا یزید بن الحارث الخزرجی الشهید ﵁
و بسیدنا یزید بن رُقیش ن المهاجری ﵁
و بسیدنا یزید بن المنذر الخزرجی ﵁

☆ سوال: اگر کوئی آدمی جماعت میں اتنی دیر سے شامل ہوا کہ اس کی ایک یا زیادہ رکعتیں رہ گئیں۔ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ اس نے بھی سلام پھیر دیا پھر یاد آیا کہ اس نے تو ابھی نماز مکمل کرنی ہے۔ اب وہ کیا کرے؟ (عامر حیات، سوات)

✿ جواب: مذکورہ صورت میں اگر تو اس کا سینہ جانب قبلہ سے ہٹ گیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر جانب قبلہ ہے تو پھر دیکھا جائے گا اگر تو فوراً یاد آنے پر کھڑا ہو گیا تو بغیر سجدۂ سہو نماز مکمل کر لے لیکن سلام پھیرنے کے کچھ دیر بعد یاد آیا تو تاخیر فرض کے باعث سجدۂ سہو کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی۔

☆ سوال: اگر کوئی آدمی حصول روزگار کے سلسلہ میں شہر سے باہر اتنی مسافت پر ہو جہاں قصر نماز لازم آتی ہے لیکن وہ کبھی بھی وہاں ہفتہ بھر سے زائد قیام کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ہر weekend پر اپنے گھر واپس آ تا ہے اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ (شوکت علی، راولپنڈی)

✿ جواب: کوئی بھی جگہ وطن اقامت تب قرار پاتی ہے جب وہاں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کا ارادہ کیا جائے۔ مذکورہ صورت میں چونکہ یہ ارادہ نہیں پایا گیا لہٰذا وہ جائے ملازمت پر قصر نماز ہی ادا کرے گا۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے" ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما او اکثر و ان نوی اقل من ذلک قصر" (ترجمہ) "اور وہ مسافر کے حکم پر ہی رہے گا جب تک کہ کسی شہر یا گاؤں میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کی نیت نہ کر لے اور اگر اس سے کم کی نیت کی تو وہ قصر ہی پڑھے گا۔"

☆ سوال: بعض لوگ سگریٹ پینے کے بعد مسجد میں آجائیں تو سگریٹ کی بدبو نمازیوں کے لئے پریشان کن ہوتی ہے۔ ایسے شخص کی نماز بارے شرعی حکم کیا ہے؟ (مشتاق احمد، اسلام آباد)

✿ جواب: ایسے شخص کی نماز تو ہو جاتی ہے البتہ دوسروں کو تکلیف پہنچانے کی وجہ سے اس کا یہ فعل ناپسندیدہ بھی ہوگا اور آداب مسجد کے خلاف بھی۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے" من اکل من الثوم و البصل و الکراث فلا یقربن مساجدنا و لا یؤذینا" جس نے لہسن، پیاز یا کوئی بدبودار چیز کھائی، تو وہ ہماری مسجدوں میں نہ آئے اور ہمیں اذیت نہ دے۔" حدیث میں مذکورہ چیزیں بلاشبہ حلال ہیں مگر ان کے استعمال سے چونکہ بدبو پیدا ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی خلاف ادب ہے۔ اس کے مقابلے میں سگریٹ نوشی تو بذات خود اسراف ہونے کی وجہ سے جائز بھی نہیں۔ اس سے بڑی بے ادبی کیا ہوگی۔ لہٰذا مسجد میں صاف ستھرا ہو کر جانا چاہئے ایسے لوگوں کو کثرت سے مسواک استعمال کرنی چاہئے۔

☆ سوال: نماز جنازہ ایک مرتبہ ادا کر لی گئی کچھ لوگوں کے رہ جانے کے باعث کیا اس کا تکرار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (عبدالصبور، جہلم)

✿ جواب: تکرار نماز جنازہ کی صرف ایک صورت ہے کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی جس میں ولی شریک نہ ہوسکا تو اسے اختیار ہے کہ اگر چاہے تو دوبارہ نماز جنازہ پڑھوا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ تکرار نماز جنازہ درست نہیں۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب شرح وقایہ صفحہ 254 پر ہے "فان صلی غیرھم یعید الولی ان شاء ولا یصلی غیرہ بعدہ" یعنی اگر دوسرے لوگوں نے نماز پڑھ لی تو ولی لوٹا سکتا ہے اگر چاہے تو البتہ ولی کے بعد کوئی دوسرا نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے رسالہ "النھی الحاجز عن تکرار صلوۃ الجنائز" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

☆ سوال: بعض حضرات کو کفن پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھتے دیکھا گیا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (غلام حسین، ایبٹ آباد)

✿ جواب: اپنی قبر اور آخرت کی تیاری علامات تقویٰ میں سے ہے۔ اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ کفن پر کلمہ شہادت یا عہد نامہ اور دوسری دعاؤں کا لکھنا سلف صالحین سے ثابت ہے۔ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "الحرف الحسن فی الکتابة علی الکفن" میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل فرمایا ہے "من کتب ھذا الدعا و جعله بین الصدر المیت و کفنه فی رقعة لم ینله عذاب القبر ولا یریٰ منکرا نکیرا و ھو ھذا لا اله الا الله والله اکبر لا اله الا الله وحده لا شریک له لا اله الا الله له الملک وله الحمد لا اله الا الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم" یعنی جس نے یہ دعا میت کے سینے پر کفن کے اندر کسی رقعے میں لکھ کر رکھ دی اسے عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ ہی منکر نکیر کو وہ دیکھے گا۔ اس کے بعد مذکورہ بالا دعا ارشاد فرمائی۔" اس باب میں اعلیٰ حضرت کے محولہ بالا فتویٰ کا مطالعہ بھی معلومات افزاء ہوگا۔

☆ سوال: ہمارے معاشرے میں گھریلو پریشانیوں کے باعث طلاق کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے عام طور پر تینوں طلاقیں اکٹھی دے دی جاتی ہیں ان کا حکم کیا ہے؟ اور کیا طلاق کی اس کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے؟ (شاد محمد، لاہور)

✿ جواب: حدیث پاک میں طلاق کو ابغض المباحات قرار دیا گیا ہے۔ حتی المقدور اس سے اجتناب ہی بہتر ہوتا ہے البتہ طلاق دینے کے طریقوں میں سے آج کے زمانے میں مناسب طریقہ یہ ہے کہ ایک طلاق دی جائے۔ عدت گذرنے سے پہلے پہلے وہ طلاق رجعی کہلاتی ہے اگر چاہے تو خاوند بیوی سے رجوع کرسکتا ہے وہ بدستور اس کی بیوی رہے گی۔ لیکن اگر اس پر عدت گذر گئی تو نکاح ختم ہوجاتا ہے البتہ اس صورت میں دوبارہ آباد ہونے کی خواہش ہو تو دوبارہ نکاح سے وہ آباد ہوسکتے ہیں۔ جبکہ تین طلاقوں کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا اور نکاح بھی فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "الطلاق مرّتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان" ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا کوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

ہدایہ میں ہے "اذا طلق الرجل امرأة تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها" جب کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک رجعی طلاق دے دے یا دو طلاقیں تو اسے عدت کے دوران رجوع کا اختیار ہے۔

جمعہ سے پہلے چار سنتوں کا مسئلہ

عبدالرسول منصور الازہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نہ صرف یورپ میں بلکہ پورے کرہ ارض پر ملت اسلامیہ کی اکثریت فقہی مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی فقہ حنفی جس کی بنیاد کتاب وسنت قیاس اوراجماع اُمت پر ہے کی پیروی کرتی ہے۔فقہ حنفی کے پیروکار نہ صرف عامۃ المسلمین ہیں بلکہ جدید وقدیم مفسرین ومحدثین اولیاء کاملین اوراہل بصیرت کی ایک کثیر تعداد اس جادہ حق پر گامزن نظر آتی ہے ہم آئندہ سطور میں اسی فقہ کی روشنی میں جمعہ سے قبل چار سنتوں کے ثبوت کا مختصر جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔

محقق امام ابن ہمام سکندری متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر شرح ہدایہ میں سنن ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

امام ابو حنیفۃ فالسنۃ عندہ بعد ھا اربع اخذًا بما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یصلی قبل

الجمعة اربعاً وبعدها اربعاًقاله الترمذی فی جامعه الیه ذهب ابن المبارک والثوری رحمهما الله۔

(ترجمہ) امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ کے بعد بھی چار سنتیں ہیں آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھا کرتے تھے۔

بحر الرائق میں ھے وحکم الا ربع قبل الجمعة کالا ربع قبل الظهر

(ترجمہ) جمعہ سے قبل چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے قبل چار سنتوں کا ہے۔

احناف کے نزدیک جیسے ظہر سے قبل چار سنتیں ہیں ایسے ہی جمعہ سے قبل بھی چار سنتیں ہیں اگر ظہر سے قبل چار سنتیں رہ جائیں تو فرض کے بعد ان کو ادا کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہی جمعہ سے قبل اگر چار سنتیں رہ جائیں تو جمعہ کے بعد انہیں ادا کرنا ضروری ہے۔

احناف فقہاء نے اس حدیث سے بھی جمعہ سے قبل چار سنتوں پر استدلال کیا ہے۔

عن عبدالله بن السائب انه ﷺ کان یصلی اربعاًبعد ان تزول الشمس وقال انها ساعة تفتح فیها ابواب السماء فاحبّ ان یصعد لی فیها عمل صالح.(مسند احمد بن حنبل .فتح القدیر)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن سائب سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ زوال آفتاب کے بعد چار رکعت پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا یہ ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ اس گھڑی میں میرا نیک عمل بھی اوپر جائے۔

حدیث کے الفاظ ان چار رکعتوں کے سنت ہونے کی نفی نہیں کرتے یعنی آپ زوال کے بعد ہمیشہ چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اگر ان چار رکعتوں سے مراد ظہر کی پہلی چار سنتیں ہوسکتی ہیں تو ان سے مراد جمعہ کی پہلی چار سنتیں بھی ہوسکتی ہیں کیونکہ ظہر اور جمعہ دونوں زوال کے بعد ہی ادا ہوتے ہیں

وقد صرح بعض مشائخنا بالا ستدلال بعین هذا الحدیث علیٰ ان سنة الجمعة کالظهر لعدم الفصل فیه بین الظهر والجمعة (فتح القدیر)

رہا یہ مسئلہ کہ یہ چار سنتیں کب تک ادا کی جاسکتی ہیں تو کتاب وسنت کی رو سے اس کا جواب یہ ہے کہ گھر میں یا مسجد میں جمعہ خطبہ کے شروع ہونے سے پہلے ان کا ادا کرنا صحیح اور ضروری ہے دوران خطبہ ان کا ادا کرنا ممنوع ہے۔

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام .خروجه یقطع الصلوة وکلامه یقطع الکلام .اخرج ابن ابی شیبة فی مصنفه عن علی وابن عباس وابن عمر رضی الله عنهم کانوا یکرهون الصلوة والکلام بعد خروج الامام.
(موطا امام مالک، فتح القدیر)

(ترجمہ) جب امام خطبہ دینے کے لئے نکل آئے تو ہر قسم کی کلام اور نماز ممنوع ہو جاتی ہے۔ حضرت علی ابن عباس اور ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ سمجھتے تھے۔

وہ حدیث بخاری جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دوران خطبہ ایک شخص کو دو رکعت پڑھنے کی اجازت دی وہ حدیث دوران خطبہ نماز ممنوع ہونے سے پہلے کی ہے جیسے ابتداء میں دوران نماز ایک دوسرے سے بات کرنا جائز تھا بعد میں یہ چیز منسوخ کر دی گئی۔
ایسے ہی دوران خطبہ جمعہ بھی کلام ونماز منسوخ کر دی گئی۔

هذاما عندی والله اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد واله وصحبه وسلم

✿ ✿ ✿

وہ محبوب رب متیں اللہ اللہ
وہ دنیا میں سب سے حسیں اللہ اللہ

وہ غار حرا کے مکیں اللہ اللہ
وہ سیاح عرش بریں اللہ اللہ

تصدق میں ان کے بنائے گئے ہیں
یہ ہفت آسمان و زمین اللہ اللہ

وہ انسان کامل وہ خیر الوریٰ ہیں
کوئی ان کا ہمسر نہیں اللہ اللہ

اگر انبیاء ایک انگشتری ہیں
تو احمد ہیں اس کے نگیں اللہ اللہ

کبھی چشم گردوں نے دیکھا نہیں ہے
کوئی ان سا خندہ جبیں اللہ اللہ

نہ ثانی تھا کوئی صداقت میں ان کا
نہ تھا ان سا کوئی امیں اللہ اللہ

وہ کھا کھا کے پتھر بھی دست عدو سے
سناتے تھے فرمان دیں اللہ اللہ

اشارے سے دو نیم ان کے ہوا تھا
مہ دیدہ زیب و مبین اللہ اللہ

چلن مثل تسنیم و کوثر تھا شستہ
تکلم تھا جوں انگبیں اللہ اللہ

دکھی دیکھ کر اپنے دکھ بھول جاتے
وہ رخ ان کا تھا دل نشیں اللہ اللہ

صدف میں محیط جہاں کی وہ حافظ
ہیں در یتیم و ثمیں اللہ اللہ

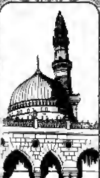

حافظ محمد صادق

عمدة البیان

نام کتاب: عمدۃ البیان

مصنف: ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

ضخامت: ۱۰۵۰ صفحات

قیمت: ۵۰۰ روپے

ناشر: عمدۃ البیان پبلشر

''عمدۃ البیان'' قرآن مجید کا ترجمہ ہے۔ اس کو لکھنے کا اعزاز ارضِ وطن کے معروف عالم، محقق اور مفسر ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری نے حاصل کیا ہے۔ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کا نام پاکستان کے اُن چند علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے درسیات میں مہارت تامہ حاصل کر رکھی ہے۔ آپ بیک وقت خطیب، مقرر اور ادیب ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ آپ نے عصرِ حاضر کے مشکل، اہم اور جدید مسائل پر قلم اٹھانے کی ہمت کی ہے۔ تراجم کی تاریخ میں ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری نے ایک تجزیہ کیا ہے جس میں فنی تسامحات پر گرفت کی ہے۔ تراجم پر آپ کا تعاقب نامہ ممکن ہے اہل علم میں متنازع ہو لیکن آپ کے عمیق مطالعے سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اصول وضوابط کے پل صراط پر دوسروں کو قائم رہنے کی تلقین کرنے والے ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دیکھتے ہیں ''عمدۃ البیان'' میں خود کس قدر محتاط رہے ہیں۔ آپ کے تفسیر اور عظیم ترجمہ پر جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ سید ریاض حسین شاہ نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے۔

''قرآن حکیم اللہ کی کتاب ہے اس کی حفاظت کا ذمہ اُس نے خود لیا ہے ہر زمانہ میں اُس نے ایسے قدسی افراد پیدا فرمائے جو رسا ذہن، بینا نظر، علم مند سینہ اور حامل بصیرت دل رکھتے تھے۔ اس قافلہ رحمت نے بجلیوں سے تیز اور نسیم صبح سے زیادہ موثر ہو کر قرآنی خدمات سرانجام دیں۔ کوئی لفظوں کا محافظ ٹھہرا، کوئی لہجوں کا امین اور کوئی بحرِ معنی و مطالب کا غواص اور کوئی ابلاغ کا شہریار محقق العصر ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری مدظلہ العالی اسی قافلہ محبت کے ایک فرد فرید ہیں۔ سالہا سال پہلے میری آپ سے عرش مدینہ پر ملاقات ہوئی جب سے خیر سلاً کا رشتہ قائم ہے۔ آپ بے باک عالم اور خوف نہ رکھنے والے نقاد ہیں۔ آپ اپنے علمی شعار پر شاہینوں کی طرح جھپٹتے ہیں۔ آپ جو لکھنا چاہتے ہیں وہی لکھتے ہیں وگرنہ بہتیرے ہے قلم کار چاہتے کچھ اور ہیں لکھتے کچھ اور ہیں۔ مفتی صاحب مدظلہ العالی حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ نحو میں یدطولیٰ رکھنے کی دلیل ''شرح جامی'' اسی کتاب پر خوبصورت اور صلاحیت آفرین توضیحی کام کرنے کا اعزاز ہے۔ مفتی غلام سرور قادری پر اللہ کا کرم ہوا کہ آپ نے دلجمعی کے ساتھ قرآن مجید کے سارے تراجم پڑھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ''کلام اللہ'' کی خدمت کا حق کوئی ادا نہیں کر سکتا لیکن خوب تر کی تلاش میں مفتی صاحب مدظلہ العالی کو اللہ تعالیٰ نے ''عمدۃ البیان'' کی صورت میں ایک انعام عطا فرمایا۔ آپ فہم قرآن کے مشکل اور نازک مقامات سے بڑی کامیابی سے گذرے، ترکیبوں کے الٹ پلٹ، صیغوں کے ردوبدل اور لفظوں کے تقدم تاخر سے معانی پر جو گہرا اثر پڑتا ہے ڈاکٹر غلام سرور قادری ان سے آگاہ رہتے ہیں۔ ضوابط نحوی کی دنیا کے وہ تاجدار ہیں اس لیے اللہ کے فضل اور مفتی صاحب کی علمی ممارست نے ''عمدۃ البیان'' کو تمام مسلمانوں کے لیے ایک تحفہ بنا دیا بلاشک وشبہ اس ترجمہ کو اس صدی کا تحقیقی اور ادبی کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔''

عمدۃ البیان کی طباعت دیدہ زیب ہے عمدۃ البیان پبلشر نے اس کو چھاپنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ پانچ صد روپے ہدیہ خوبصورت طباعت کے مقابلے میں کچھ نہیں تاہم خوب سے خوب تر کی جستجو کا مشورہ شاید نادرست نہ ہوگا۔ جہاں تک عمدۃ البیان میں تفسیری پیرا کے بیان کا تعلق ہے اس کا صحیح موازنہ اہل علم اور اہل ادب ہی کر سکتے ہیں۔ دلیل راہ کے قارئین سے گذارش ہے کہ وہ زندگی کو قرآنی دعوت کی روشنی میں لانے کے لیے عمدۃ البیان کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

نوٹ: تبصرے کے لیے دو جلد کتابوں کا بھجوانا ضروری ہے۔ ایک کتاب ملنے کی صورت میں تبصرہ شائع نہیں کیا جائے گا۔ دلیل راہ

قرآن اور قدرتی آفات

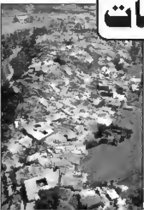

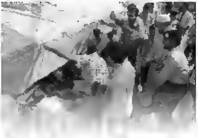

پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد

ابتدائیہ

دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لکھنے اور بولنے والے آٹھ اکتوبر کے زلزلے (اور اسی طرح کی دوسری قدرتی آفات) کا تعلق گزشتہ انبیائے کرام کی اقوام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات، جن کا تذکرہ قرآن مجید اور بائبل میں ملتا ہے کے ساتھ جوڑتے ہیں اور کبھی کھلے اور کبھی دبے لفظوں میں عذاب الٰہی اور قہر خداوندی ہی قرار دیتے ہیں۔

زلزلے، سیلاب اور سمندری طوفان جیسے مظاہر انسانی، حیوانی اور نباتی زندگی کے لیے خطرناک حد تک تباہ کن نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ان کا نتیجہ بڑے پیمانے پر عمارتوں اور دوسرے ساز و سامان کی تباہی کی شکل میں بھی نکل سکتا ہے۔ مزید برآں ان واقعات سے طبی اور نفسیاتی وجوہ کی بنیاد پر ایسے دکھ اور غم جنم لے سکتے ہیں جو زندگی بھر انسان کو پریشان اور ملول کرتے رہیں۔

قدرتی آفات اور انسانی رنج و ابتلا، کا موضوع سائنس، مذہب اور مختلف دوسرے شعبہ ہائے علم، جیسے نفسیات اور معاشرتی علوم کے نہایت فکر انگیز موضوعات میں سے ہے۔ جب کبھی کوئی آفت واقع ہوتی ہے تو اس سے نہ صرف فوری عملی اہمیت کے مسائل ابھرتے ہیں بلکہ ایسے سوالات بھی جھنجھوڑتے ہیں جن کی حیثیت علمیاتی اور فلسفیانہ ہوتی ہے۔ لوگ بجا طور پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ قدرتی آفات کے موقع پر ہونے والی تباہی کا اصل سبب کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے یا اس کا سبب انسانوں کی غلطیاں ہیں؟ یا کہ یہ ارباب اختیار کی انتظامی غفلت جو ممکن ہے کہ سالہا سال سے چلی آرہی ہو کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس مضمون میں ہم نے قدرتی آفات کے موضوع پر اس سے متعلق کئی سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحث کی ہے۔ عذاب الٰہی اور قہر خداوندی نظریہ کا جائزہ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

درجہ بندی

آفات وہ واقعات ہیں جو بڑے پیمانے پر تباہی اور تکلیف و غم کا باعث بنتے ہیں قدرتی آفات کی مذہب یا کسی دوسرے علمی نظام کے تحت تفہیم اور منطقی توجیہ کے لیے ضروری ہے کہ ہم قدرتی واقعات کے نتیجہ میں واقع ہونے والی تباہی اور اس تباہی میں فرق کریں جو کہ لوگوں کے ان اعمال کے نتیجہ میں واقع ہوتی ہے جن کا ارتکاب وہ الٰہی اقدار کے نظام کو پس پشت ڈالتے ہوئے کرتے ہیں۔ کسی موزوں درجہ بندی کے بغیر ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ ہم کسی آفت کے حوالے سے علت و معلول کے تعلق ٹھیک ٹھیک کر سکیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اگر کسی واقعہ کے سبب کی شناخت صحیح طور پر نہ کی جائے تو اس کے حل کے سلسلے میں اٹھائے جانے والے مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کریں گے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے یا اس کا سبب انسانوں کی غلطیاں ہیں؟

سوال یہ ہے کہ زلزلے کی طرح قدرتی واقعات فطرت میں ہونے والے کسی طبیعی عمل کا نتیجہ ہوتے ہیں جو لوگوں کی نیکی اور بدی سے آزاد ہوتا ہے یا کہ یہ انسان کے کسی اخلاقی رویہ کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

ہم قدرتی آفات کو ان کے اسباب اور (Cause) کی بنیاد پر قدرتی، سماجی اور حادثاتی اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

ا) قدرتی آفات کو مزید آگے طبیعی اور حیاتیاتی آفات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ زلزلوں، سیلابوں اور سمندری طوفانوں وغیرہ سے متعلق آفات کی مثالیں ہیں جبکہ وبائی امراض اور وسیع پیمانے پر متاثر کرنے والی تباہیاں حیاتیاتی آفات کی مثالیں ہیں۔

ب) معاشرتی آفات وہ ہیں جو بدعنوانی، اخلاقی انحطاط، انفرادی و اجتماعی ناانصافیوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔

ج) حادثاتی آفات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ آفات ہیں جو کسی حادثہ سے تعلق رکھتی ہیں ریل، فضا یا سمندر میں پیش آنے والے حادثات۔

قرآن پاک غضب الٰہی کے نظریہ کی ہرگز تائید نہیں کرتا

عذاب الٰہی کا نظریہ

ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں 19 بڑے مذاہب ہیں جو تقریباً 270 بڑے ذیلی گروہوں پر مشتمل ہیں۔ مختلف مذاہب چونکہ قدرتی آفات کو اپنے اپنے انداز میں دیکھتے ہیں لہٰذا قدرتی آفات کے حوالے سے تمام مذاہب کے ردعمل کی کوئی عمومی تصور پیش کرنا شاید بہت مشکل ہو۔ تاہم بہت سے لوگ بالخصوص مختلف مذاہب کے رسوم و مناسک کی ادائیگی سے متعلق افراد کا ایک گروہ عام طور پر قدرتی آفات کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایک اظہار قرار دیتا ہے۔ اس کا نظریہ ہے کہ زلزلے، سونامی، سمندری طوفان اور سیلاب وغیرہ اس کے اپنے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کی علامات ہیں۔ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں میں طبعی آفات کا تعلق انبیائے کرام کے مخالفین پر نازل ہونے والے عذاب سے جن کا ذکر قرآن اور بائبل میں ملتا ہے جوڑنے کا رجحان بھی عام ہے لہٰذا یہ عام قدرتی آفات کو بھی قہر الٰہی یا عذاب الٰہی کے زمرے میں ہی شامل کرتے ہیں جو متاثرہ لوگوں پر نازل ہوتا ہے۔

معاشرتی آفات وہ ہیں جو بدعنوانی، اخلاقی انحطاط، انفرادی و اجتماعی ناانصافیوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں

قرآنی تصور

تاہم قرآن پاک غضب الٰہی کے نظریہ کی ہرگز تائید نہیں کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید میں (اور اسی طرح بائبل میں) کئی گزشتہ انبیائے کرام کی قوموں پر قدرتی آفات کی شکل میں عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا ذکر ہے مثلاً قرآن پاک کی کئی سورتوں میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت نوح علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی اقوام نے اپنے رسولوں کی مخالفت کی اور کس طرح نتیجے کے طور پر وہ عذاب الٰہی کا شکار ہو کر نیست و نابود ہو گئیں۔ اس طرح کے تمام مقامات کا اگر ہم غور سے مطالعہ کریں تو دو اہم باتیں ہمیں ہر موقع پر نظر آتی ہیں، یہ عذاب ہمیشہ اس وقت آیا جب کسی قوم نے وقت کے رسول کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑی ہوئی اور حتیٰ کہ اس کی جان کی دشمن ہو گئی، وقت کے رسول صبر و تحمل کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے اور جب انہوں نے ہر طرح سے تمام حجت کر دی تو یہ وہ وقت ہوتا تھا جب اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا۔ دوسری بات جو متعلقہ تمام مواقع پر ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ کہ عذاب الٰہی جو کسی رسول کی قوم پر نازل ہوتا تھا اس کا شکار صرف رسول مخالفین اور انکار کرنے والے ہی ہوتے تھے کسی ایک بھی موقع پر کوئی مومن ان کا شکار نہیں ہوا۔ ان دو نکات کی تشریح قرآن مجید کے کئی مقامات سے ہوتی ہے، مثال کے طور پر سورہ بنی اسرائیل (17:15) میں ہے:

''ہم (کسی قوم کو) عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ (اس قوم میں) کوئی رسول نہ بھیج لیں''

اسی طرح سورہ ھود میں ہے:

''اور جب ہمارا حکم (عذاب) آیا تو ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور جن لوگوں نے ظلم ڈھائے تھے ان کو کڑک نے آ پکڑا پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔''

انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے نتیجے کے طور پر خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا

چنانچہ اگر ہم قوموں پر عذاب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) جیسا کہ وہ ہمیں قرآن پاک سے معلوم ہوتی ہے مدنظر رکھیں تو معلوم ہوتا کہ بیشک انبیاء کرام کی مخالفت قوموں پر عذاب الٰہی قدرتی آفات ہی کی شکل میں آئے تھے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر قدرتی آفت عذاب الٰہی ہوتی ہے عام قدرتی آفات کو عذاب الٰہی یا قہر الٰہی قرار دینا دراصل اللہ تعالیٰ کے قانون عذاب سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔
گویا زلزلہ اور سیلاب وغیرہ قدرتی مظاہر ہیں جو ارضیات وجوہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں، یہ آفت اور تباہی کی شکل انسانی کوتاہی اور کمزوری کے نتیجے میں اختیار کرتے ہیں۔ 08 اکتوبر کے زلزلے کے حوالے سے یہ بات معلوم شدہ حقیقت تھی کہ وہ علاقہ جہاں یہ زلزلہ آیا ہے زلزلہ کی فالٹ لائن پر واقع ہے۔ یہ معلوم تھا کہ یہاں کسی بھی وقت زلزلہ آسکتا ہے اس کے باوجود انتظامی سطح پر کسی قسم کی کوئی پیش بندی نہیں کی گئی نہ کوئی تعمیراتی ضابطہ وجود میں لا کر اس پر عمل کرایا گیا نہ لوگوں کی اس حوالے سے تعلیم و تربیت ہی کی گئی۔

قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ایک مقصد اور حکمت کے مطابق پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو کہ علیم اور قدیر ہے Arbitrary فیصلے نہیں فرماتا اسے ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہیں اس کے بارے میں اس طرح کی سوچ رکھنا گویا کہ وہ انسان بادشاہ کی طرح عمل کرتا ہے اس کے شایان شان نہیں ہے۔ مزید برآں غضب الٰہی کا نظریہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور ڈر کا خدا تصور کرنے کے مترادف ہے۔ یہ بات قرآن کے رحمان، حکیم اور علیم خدا کے جو کہ کائنات کا خالق اور رب ہے کے تصور کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کائنات میں ان قوانین فطرت کے ذریعے کارفرما ہوتا ہے جو کائنات میں اس نے ودیعت کئے ہیں۔ قرآن کے مطابق قوانین فطرت اصل میں الٰہی قوانین ہیں جن کے لیے قرآن نے اللہ کی سنت اور تقدیر کے الفاظ استعمال کیے ہیں جسے ہم خدا کا طریقہ اور نظام کہہ سکتے ہیں، کسی قدرتی آفت کا تعلق، قرآن کے مطابق انسانوں کی نیکی اور بدی سے نہیں ہوتا۔ یہ قہر الٰہی نہیں نظام الٰہی ہے، ایسا نظام جو سراسر خیر ہے، جو مثبت، تعمیری اور تخلیقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون ربوبیت کا مظہر ہے جس کے مطابق یہ کائنات ایک نشوونما پاتی ہوئی اور ارتقاء کے مراحل سے گزرتی ہوئی حقیقت ہے نہ کہ محض ایک جامد و ساکن اور تغیرات سے عاری مادے کا ڈھیر زلزلے کے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق واقع ہوتے ہیں لیکن وہ چیز جو بڑے تقاضوں کو نظر انداز کر کے ناقص طور پر بنائی گئی ہوتی ہیں۔ 8 اکتوبر کو زلزلے میں تقریباً 19 ہزار طلبا اسکولوں کی ناقص عمارتوں کے گرنے کی وجہ سے اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ماہرین نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ بڑے پیمانے پر سرکاری عمارتیں ناقص تعمیر کی وجہ سے گری ہیں۔ کیلیفورنیا (امریکہ) کے Santacruz پہاڑوں میں 1989ء میں 6.9 طاقت کا زلزلہ آیا تھا جس میں صرف 63 لوگ لقمہ اجل بنے تھے، جبکہ زخمیوں کی تعداد 3757 تھی اس طرح Cape Mendocino میں 1992ء میں 7.2 طاقت کا زلزلہ آیا تھا جس میں ایک بھی ہلاکت نہیں ہوئی تھی جبکہ صرف 95 افراد زخمی ہوئے تھے۔ اس کے برعکس بھوج (انڈیا) میں 2001 میں 7.7 طاقتور زلزلہ آیا تھا جس میں 20,000 (بیس ہزار) سے زیادہ لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا، جبکہ 166,836 افراد زخمی ہوئے اسی طرح جاپان، ترکی اور دوسرے ممالک کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے کہ ہلاکتوں اور دیگر نقصانات کے اصل اسباب کیا ہیں۔

معاشرے کو معاشرتی آفات اپنے اخلاقی اعمال کے نتیجے کے طور پر بھگتنی پڑتی ہیں

زلزلہ زمین کے قدرتی و عمل (Natural Geological Process) کے نتیجے میں واقع ہوتا ہے اسی قدرتی ارضیاتی عمل کے نتیجے میں قشر ارض میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ اسی کے نتیجے میں ایک عرصہ وقت میں مثال کے طور پر پہاڑ بنتے اور ختم ہوتے ہیں، سمندر اپنی جگہیں بدلتے اور دوسری جغرافیائی تبدیلیاں آتی ہیں۔

لہٰذا زلزلوں کے موقع پر انسانی جانوں کے ضیاع اور تباہی سے بچنے یا اسے کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ علم و تحقیق کی بنیاد پر مناسب پیش بندی کی جائے۔ زلزلوں کے امکانی علاقوں میں عمارت سازی کے لیے موزوں ضابطہ تشکیل دیا جائے اور اس عمل پر درآمد میں ہرگز کوتاہی نہ ہونے دی جائے۔ لوگوں کو زلزلہ کی صورت میں حفاظتی تدابیر کا شعور دیا جائے۔ شہری دفاع کے ادارہ میں ہر قسم کی آفات سے نمٹنے کی پوری استعداد ہونی چاہیے۔

چنانچہ زلزلے، سیلاب اور طوفان وغیرہ قدرتی مظاہر اور واقعات ہیں ان کا انسان کے اخلاقی اعمال سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ زمین اور

اس کے ماحول کے قدرتی عمل کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتے ہیں تاہم انسان کی علمی، فنی اور انتظامی کمزوری اور غفلت کے باعث انسانی آبادیاں ان کا شکار ہوسکتی ہیں جن کا علم و تحقیق اور بہتر انتظامی عمل کے ذریعے تدارک کیا جاسکتا ہے۔

معاشرتی آفات

معاشرتی آفات، سادہ زبان میں وہ ہیں جو ایک معاشرے کو اپنے اخلاقی اعمال کے نتیجے کے طور پر بھگتنی پڑتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک دائرے کے اندر ارادہ و اختیار (Freewill) کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ کسی معاشرے کا اجتماعی سطح پر پست سماجی معاشی اور سیاسی رویہ (Substandard Collective Socio Politico Economic Behaviour) سماجی آفات کا سبب بن سکتا ہے یعنی جب کوئی معاشرہ الٰہی نظام اقدار مثلاً عدل، مساوات، قانون کی حکمرانی، سچ، محبت اور بے حیائی وغیرہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتا ہے، وہ انسانی زندگی کے اہمیت کے حامل تمام میدانوں میں پسماندگی، بنیادی انسانی ضرورتوں کے فقدان یا پست معیارات اور جرائم کے فروغ وغیرہ جیسی معاشرتی آفات کا شکار ہوجاتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے جسے قرآن کی زبان میں خوف و غم کی حالت کہا جاتا ہے۔

معاشرتی آفات کی وضاحت قرآن مجید کے کئی مقامات سے ہے جن میں سے ایک اہم مقام پر ہے: "انسانوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کے نتیجے کے طور پر خشکی اور تری میں فساد برپا ہوگیا، سو اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کے نتائج کا مزہ چکھائے گا تاکہ وہ (درست راہ کی طرف) لوٹ آئیں"۔ (سورہ الروم)

یہاں فساد کا لفظ جیسا کہ سیاق و سباق سے واضح ہے ہر قسم کی معاشرتی اور ماحولیاتی آلودگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

حادثاتی آفات کو اگر وہ واقعی حادثاتی ہیں تو یقینی طور پر عذاب الٰہی یا قہر خداوندی نہیں کہا جاسکتا یہ حقیقت اس قدر واضح ہے کہ اس کے لیے دلائل حاجت نہیں۔

✿✿✿

عدلیہ اور حکمران

ڈاکٹر رضا فاروقی

اسلامی ریاست کا مقصد وجود ہی قیام عدل ہے۔ اسلام میں عدل وانصاف اور قسط کا حکم عام ہے۔

''جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، تو عدل کے ساتھ کرو'' (القرآن)

اسلامی تعلیمات میں عدل کو نمایاں مقام حاصل ہے کیوں نہ ہو اسی عدل وانصاف کے ذریعے انسان اس زندگی میں جنت کی جھلک دیکھ سکتا ہے اور مثالی معاشرہ قائم ہوسکتا ہے۔ جو اسلام کے اولین مقاصد میں سے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی معاشرے میں افراد کی باہمی کشمکش کو عادل حاکم اور انصاف پسند عدلیہ کے ذریعے ہی ختم کیا جاسکتا ہے اور ایسی عدلیہ کا وجود جو مظلوم کی دادرسی کرے اور عدل وانصاف کے مطابق فیصلے کرے۔ امن کے قیام کی خاطر انتہائی ضروری ہے چونکہ مقدمات کے صحیح فیصلے سچی شہادت کے بغیر نہیں ہوسکتے۔ اس لیے اسلام جہاں عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے وہاں صحیح شہادت دینے کو بھی لازم قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ:

''اے ایمان والو! انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اس کا خیر خواہ ہے کہ تم اُس کا لحاظ کرو لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے'' (النساء: ۱۳۵)

امام عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ھے

عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق با آسانی مل جائے، نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی سرانجام پاتے ہیں اور بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے--- رنگ ونسل ہو یا اعلیٰ منصب ومرتبہ، اسلام کے تصور عدل میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے وہ ارشادات آب زر سے لکھے جانے چاہئیں جو آپ نے قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی خاتون کی چوری سے متعلق سزا کی معافی کی سفارش سن کر ارشاد فرمائے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم سے پہلی قومیں اس سبب سے برباد ہوئیں کہ ان کے چھوٹوں کو سزا دی جاتی تھی اور بڑوں کو معاف کر دیا جاتا تھا اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتیں تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا''۔

اسلامی حکومت کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اُس نے اپنے باشندوں کو ہمیشہ بے لوث انصاف فراہم کیا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے سلطان عادل کو خدا کا سایہ قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ:

''امام عادل کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

''مخلوق میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب امام عادل ہے اور اس کے نزدیک مبغوض ترین آدمی امام ظالم ہے''۔

عمومی طور پر عدالتوں میں بے انصافی یا گواہی میں غلط بیانی کے دو اسباب ہیں یا تو رشتہ داری کی وجہ سے یا پھر عداوت اور دشمنی کی وجہ سے سچی گواہی دینے اور حق کا فیصلہ کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دونوں سے منع کیا ہے اور عدل کا حکم دیا ہے۔

وہ خود سادہ زندگی بسر کرتے تھے، خود بھوکے رہتے لیکن رعایا کی حاجت روائی میں فرق نہ آنے دیتے

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اگر چہ وہ گواہی اپنی ہی ذات یا والدین یا رشتہ داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو''۔ (النساء: ۱۳۵)

''اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، انصاف کرنا ہی پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔'' (المائدہ: ۸)

عدالتی نظام کی کامیابی کا دارومدار اگر ایک طرف متقی، خداترس اور پیکر انصاف جج اور قاضی پر ہے تو دوسری طرف پیکر صدق و وفا گواہوں پر ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ کسی بھی سبب عدل وانصاف کے ترازو میں جھول نہیں آنی چاہیے کہ بڑی سے بڑی محبت (مع مال کی محبت) اور شدید سے شدید عداوت اس کے دونوں کے پلڑوں میں سے کسی کو جھکا نہ سکے۔ خلفاء راشدین کے سنہری ادوار میں ایسے ہی قاضی مقرر کیے جاتے تھے جو تقویٰ، عدل و مساوات میں نمایاں مقام کے حامل ہوتے اور قرآن وحدیث کے زیادہ عالم ہوتے۔ قانون کی نظر میں بادشاہ وفقیر، غلام وآقا، ادنیٰ واعلیٰ کی کوئی تمیز روا نہ رکھی جاتی۔ اگر حاکم وقت کے خلاف بھی کوئی شکایت ہوتی تو عام آدمی کی طرح خلیفہ وقت بھی عدالت میں حاضر ہوتا۔ عدالتی نظام کو پوری طرح تقویت دینے کے لیے خلفاء راشدین گورنروں اور عمال کا تقرر بھی بہت احتیاط سے کرتے تاکہ ان کا منصب و عہدہ کسی بھی انداز میں عدل وانصاف میں مخل نہ ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب گورنر مقرر کرتے تو ان باتوں کی تلقین کرتے:

☆ ترکی گھوڑے کی سواری نہیں کرے گا (وقت کی بہترین سواری)

☆ بغیر چھنے آٹا کھائے گا۔

☆ باریک کپڑے نہیں پہنے گا۔

☆ دروازے پر دربان نہیں رکھے گا۔

☆ اہل حاجت کے لیے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھے گا۔

انہوں نے عمال کی نگرانی اور عوام کی شکایات کے ازالہ کے لیے شعبہ تحقیقات قائم کیا تھا تاکہ ان کا محاسبہ کیا جاسکے۔

عدلیہ کے قاضی ہوں یا حکمران ---وہ سب کے سب متقی پرہیزگار اور خوف خدا رکھنے والے ہوتے تھے۔ ان پر سرکاری خزانوں کا بے دریغ استعمال بعید از قیاس ہوتا تھا۔ عام لوگوں سے نمایاں حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ کھانا پینا اور پہننے میں سادگی کہ بسا اوقات پہچاننا بھی مشکل ہوتا کہ حاکم وقت کون ہے؟ جیسا کہ پہلے بیان کیا کہ تاریخ اسلام میں عدل وانصاف کے حوالے سے خلفاء نے بہترین مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں فریق مخالف کی طرح عدالتوں میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر نے اپنے بیٹے پر حد جاری کی۔ اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کیا۔ عام شہریوں کی شکایات پر گورنروں کو معزول کیا اور سزائیں دیں، حصول انصاف کی راہ میں حائل ہونے والی تمام رکاوٹوں کو دور کر کے دادرسی کو انتہائی سہل بنا دیا۔

اسلام نے امیر وغریب، ادنیٰ واعلیٰ اور بے اثر اور بااثر سب کو عدلیہ میں مساوی الحیثیت بنا کر قانون کی نظر میں برابری کے اصول کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ قابل نفاذ اور انصاف کے بنیادی حق کو ہر شہری کے لیے سہل الحصول بنا دیا ہے۔

وطن عزیز کے ذی شعور افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے کیا ہماری عدلیہ، انتظامیہ اور ہمارے حکمران اسلام کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اگر ہم خلفاء راشدین کی زندگیوں سے دور حاضر کے مسلم زعماء کا مقابلہ کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ:

''انہوں نے اپنی ذاتی دولت اور مال واسباب کو مملکت کے لیے وقف کر دیا اور آج کے حکمران ملی دولت کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھ کر بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔

انہوں نے عدل وانصاف کے لیے تمام رکاوٹیں دور کر دیں حتیٰ کے اپنی ذات کو بھی قابل احتساب سمجھا اور عدالت میں پیش ہونے سے احتراز نہ کیا اور آج کے حکمران عدل وانصاف کی راہ میں خود حائل ہو جاتے ہیں اور ملک میں امن عامہ کا مسئلہ بنا ڈالتے ہیں۔

وہ خود سادہ زندگی بسر کرتے تھے، خود بھوکے رہتے لیکن رعایا کی حاجت روائی میں فرق نہ آنے دیتے۔ اس کے برعکس دور حاضر کے حکمران خود عیاشیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں اور غریب ونادار عوام غربت کی چکی میں پس رہی ہے۔

اسی طرح مزید پہلوؤں پر بھی غور کیا جاسکتا ہے مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا حل کیا ہے---اور اس کا حل یقیناً وطن عزیز کے باشعور افراد کے پاس ہے جب وہ یہ نعرۂ مستانہ لگا دیں کہ:

''میری دوستی اور دشمنی صرف اللہ ہی کے لیے ہے اور

میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے۔''

✿✿✿

اندھا دھند تقلید

''تم مسلمان ہو''

''اللہ کے فضل سے جدی پشتی مسلمان ہوں''۔

آپ کا اشارہ اُس کے ننگے سر کی طرف تھا۔

وہ سمجھ گئی اور بولی

''گنہگار ضرور ہوں لیکن اسلام سے دوری بدقسمتی تصور کرتی ہوں''۔

آپ نے فرمایا:

''بیٹی! حیا اسلام کا حصہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو بال کٹوانے سے منع فرمایا ہے۔ برہنہ سر اور برہنہ بال رہنا شریعت مطہرہ میں درست نہیں'' ''میری مجبوری ہے جناب! پی آئی اے میں خدمتگاری کی رسومات نبھانی پڑتی ہیں، میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں جلد ہی اس عذاب سے چھٹکارا حاصل کرلوں گی۔ آپ کی مہربانی کہ آپ نے ہمدردانہ شفقت سے مجھے نصیحت فرمائی''۔

یہ مکالمہ ہمارے پیر و مرشد حضرت لالہ جی محمد جمشید اور پی آئی اے کی ایک ایئر ہوسٹس کے درمیان ہوا، جب کہ آپ جہاز میں عازم سفر تھے۔ درویش کبھی بھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے بکلمہ حق اور تبلیغ دین کا فریضہ ہمہ وقت ادا کرتے رہتے ہیں اور لالہ جی نے بڑے پیار سے اُس بچی کو سمجھا دیا کہ جس دین کے ہم ماننے والے ہیں اور جس نبی کی غلامی کا ہم دم بھرتے ہیں وہ ہمیں حیا کا درس دیتا ہے اور اغیار کی اندھا دھند تقلید کی اجازت نہیں دیتا۔

کسی دور میں اکبر الہ آبادی نے بڑے ہی کرب سے کہا تھا

آج بے پردہ بازار میں نظر آئیں جو چند بیبیاں
تو اکبر غیرت قومی سے زمیں میں گڑ گیا

اور آج اس کے بالکل برعکس صورت حال ہے۔ یورپ کی اندھی تقلید ہمیں کہاں سے کہاں لئے جا رہی ہے، الیکٹرانک میڈیا نے جو تباہی مچائی ہے اور جس طرح ہماری نوجوان نسل کشاں کشاں ادھر جا رہی ہے یہ بہت بڑا المیہ بھی ہے اور لمحہ فکریہ بھی، خواتین اور مرد، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنی طرز معاشرت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا، ان کا سونا جاگنا، ان کا کھانا پینا اور ان کا لباس۔۔۔ کس چیز کی غمازی کرتا ہے۔ اہل فکر و دانش بخوبی باخبر ہیں، لیکن اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے، حکومت پر، علماء و مصلحین پر، یا ہم سب پر؟ یقیناً ہم سب پر مگر حکومت کا بھی ایک اہم کردار ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور خلافت میں رومی اور ایرانی تمدن نے معاشرت پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ آپ نے اس چیز کا سختی سے تدارک کیا۔ لہو و لعب کی چیزوں اور رقص و موسیقی پر پابندی عائد کی، عورتوں کو حمام میں جانے سے روک دیا۔۔۔ اکثر بے فکرے اور شوقین نوجوان اپنے سر کے بالوں کو مختلف طریقوں سے سنوارتے، سجاتے اور پٹیاں جماتے تھے۔ آپ نے پولیس کو حکم دیا کہ ایسے لوگوں کے بال کاٹ دیئے جائیں لہٰذا معاشرے میں فیشن پرستی کے بڑھتے ہوئے رجحان کا سختی سے تدارک کیا۔ آج اگر حکومت اپنا فرض ادا کرے، علماء اور صوفیاء اپنا کردار ادا کریں اور معاشرے کے دیگر اہل فراست افراد بھی اس طرف توجہ کریں تو یقیناً اس طوفان بدتمیزی کو روک سکتے ہیں۔

درویش کبھی بھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧
اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝٩ عَبْدًا اِذَا
صَلّٰى ۝١٠ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝١١ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝١٢
اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٣ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝١٤ كَلَّا
لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۬ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝١٥ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ
خَاطِئَةٍ ۝١٦ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝١٨ كَلَّا ؕ
لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝١٩ السجدة

پڑھیے! اپنے رب کے عظیم نام سے جس نے پیدا فرمایا۔ اس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھیے اور رب آپ کا سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔ وہ رب جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔ تعلیم دی اُس نے انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ہاں ہاں بے شک حق فراموش آدمی سرکشی کرنے لگتا ہے۔ اس پر کہ وہ سمجھا کہ وہ غنی ہو گیا۔ بے شک آپ کے رب ہی کی طرف واپسی ہے۔ دیکھو تو بھلا! اُسے جو روکتا ہے۔ بندے کو جب وہ نماز ادا کرے۔ ذرا دیکھیے کہ اگر وہ ہوتا ہدایت پر۔ یا حکم دیتا تقویٰ کا۔ آپ جانتے ہی ہیں (انجام اس کا) اگر اس نے جھٹلایا اور رخ پھیرا۔ کیا وہ نہ جان سکا کہ اللہ یقیناً دیکھتا ہے۔ ہاں ہاں اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ وہ پیشانی جو جھٹلانے والی خطا کار ہے۔ تو بلا لے وہ حامی اپنے ہم نواؤں کی۔ ہم بھی عنقریب طلب کریں گے اپنے پیادوں کو جن کی پکڑ سخت ہوگی۔ ہرگز ہرگز ایسوں کے پیچھے نہ لگ اور سجدہ کر اور نزدیک ہو جا۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾

یہ آیہ بینہ غار حرا کے پرسکون ماحول میں حضرت محمد ﷺ کے صفحہ دل پر سب سے پہلے نازل ہونے والا "کلام" ہے۔ زندگی کے تمام کوائف اور مسائل پر الہامی دستور کی یہ وہ نورانی کرن ہے جس نے خوابیدہ دلوں میں تلاطم پیدا کیا۔ تشنہ روحوں کو راحت عطا کی اور غیر متمدن معاشروں کو شائستہ اطوار اور اقدار سے نوازا اس کے نزول سے کذب و خدع کی برف پگھلی اور عالمگیر صداقتیں بے حجاب ہوئیں۔

اس الوہی کلام کے نزول نے قلب و ضمیر کا ماحول تو بدلا ہی اقوام و ملل کے عروج و زوال کی تاریخ میں بھی انقلاب بپا کر دیا۔ اس کے نزول کی تاریخ پر امام بخاری نے اپنے صحیفہ حکمت کے اندر آغاز ہی میں ایک حدیث نقل کی جس سے قرآن حکیم کی اس آیت کو سمجھنا خاصہ آسان ہو جاتا ہے۔

"حضور انور ﷺ پر نزول وحی کا آغاز یوں ہوا کہ حالت خواب میں "رویا صالحہ" دیکھتے چنانچہ آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح سامنے آتا اس کے بعد آپ کو خلوت نشینی محبوب ہوئی اور آپ غار حرا میں جلوہ فرما ہوتے پھر کئی کئی راتیں آپ عبادت و ریاضت میں رہتے اور اس عظیم مقصد کے لئے سامان خورد و نوش ساتھ رکھتے اور اس کے بعد آپ اپنے گھر والوں کے پاس تشریف فرما ہوتے پھر یوں ہی یہ سلسلہ جاری رہتا یہاں تک کہ حق آپہنچا اس وقت آپ غار حرا ہی میں تھے۔ مقدس فرشتہ نے آپ سے عرض کی "اقرأ" "آپ پڑھیے" آپ نے فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتہ نے مجھے پکڑ کر زور سے دبایا یہاں تک کہ اس کا دباؤ طاقت کی انتہا تک پہنچ گیا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا "اقرأ" پڑھیے پھر میں نے کہا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس نے دوبارہ مجھے پکڑا اور دبوچا یہاں تک کہ اس کا دباؤ طاقت کی انتہا تک پہنچ گیا پھر چھوڑا اور کہا "اقرأ" پڑھیے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا اور کہا

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾

پڑھیے! اپنے رب کے عظیم نام سے جس نے پیدا فرمایا۔ اس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔

پڑھیے اور رب آپ کا سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔

یہ آیات لے کر حضور ﷺ واپس لوٹے اور آپ ﷺ کا غنچہ دل کانپ رہا تھا۔ چنانچہ آپ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "مجھے چادر اوڑھاؤ" "مجھے چادر اوڑھاؤ" تو انھوں نے آپ کو چادر اوڑھا دی یہاں تک کہ آپ کا خوف جاتا رہا پھر آپ ﷺ نے سب کچھ ام المومنین کو بتا دیا اور فرمایا "مجھے تو اپنی جان پر ڈر سا ہو گیا ہے"

> کوئی کوتاہ فکر شخص حضور علیہ السلام کے بارے میں یہ جسارت نہ کرے کہ آپ کی سیرتِ صبر، اسوۂ شکیبائی، خُلق تدبر اور حُسنِ دانش کے دامن پر داغ آئے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ قسم اللہ کی وہ ہرگز آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں کمزوروں کی مدد کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں اور آپ لوگوں کے حوادث میں ان کے مددگار ہوتے ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں۔ ورقہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد تھے۔ دور جہالت میں آپ نصرانی ہو گئے تھے وہ عبرانی خوب لکھتے تھے اور انجیل سے عبرانی زبان میں انتقال مضامین فرماتے تھے۔ عمر رسیدہ تھے اور نظر بھی کام نہیں کرتی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چچا زاد سے کہا اپنے بھتیجے کی بات غور سے سنو وہ کیا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے تمام واقعات سنا دیے۔ جن کا مشاہدہ فرمایا تھا ورقہ نے کہا یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر وحی لائے "کاش میں نوجوان اور طاقت والا ہوتا اور زندہ جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی"

حضور ﷺ نے فرمایا "کیا میری قوم والے مجھے نکال دیں گے" ورقہ نے عرض کی "ہاں کبھی کوئی شخص اس قسم کی دعوت لے کر نہیں آیا جیسے آپ لائے ہو مگر اس کی قوم نے اس سے دشمنی برتی۔ اگر میں زندہ رہا تو آپ کی خوب مدد کروں گا پھر تھوڑے عرصہ بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔۔۔"

مندرجہ روایت سے آیت کا زمانہ نزول بخوبی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کا در و بست یہ بھی بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کا غنچہ دل سب سے پہلے ان ہی آیات کی نسیم نزول سے کھلا تھا۔ حدیث کے بعض مفاہیم سے کوئی کوتاہ فکر شخص حضور ﷺ کے بارے میں یہ جسارت نہ کرے کہ آپ کی سیرت صبر، اسوہ شکیبائی، خلق تدبر اور حسن دانش کے دامن پر داغ آئے۔ حدیث بہرحال آیت کے چہرے سے کچھ اس طرح پردہ سرکاتی

ہے کہ وصل و وصال اور اخذ و عطا کے پر کیف لمحے مقام نبوت کی جمالیاتی تاریخ کا دل آویز آئینہ بن جاتے ہیں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝

آیت میں کیا چیز پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ ابوعبیدہ فرماتے ہیں با زائدہ ہے اور مفہوم یہ ہے کہ اپنے رب کا نام پڑھیے اس میں کیا شک ہے کہ رب کا نام جلوۂ کائنات ہے۔ کن فکاں کی تاریخ اسی نام سے ہے۔ کارگہ حیات کے راز ہائے سربستہ اسی نام کی کنجی سے کھلتے ہیں، رنگ و نور کی دنیا اسی نام سے بارونق نظر آتی ہے لیکن رازی فرماتے ہیں کہ یہ معنیٰ لینے سے تین اشکال لازم آتے ہیں۔

پہلا یہ کہ اقرأ سے مراد اگر اسم باری کا پڑھنا ہو تو حضور ﷺ کس طرح فرما سکتے ہیں کہ" ما انا بقاری "یعنی میں اپنے رب کے نام کا ذکر نہیں کروں گا۔

دوسرا یہ کہ حضور انور ﷺ کی شان کے یہ مناسب ہی نہیں اس لئے کہ اللہ کے نام کا ذکر ان کی حیات مبارکہ کے ایک ایک لمحے پر محیط تھا ایک ایسی چیز جو انھیں لحظہ لحظہ حاصل تھی اس کا امر بے معنیٰ سا لگتا ہے۔

تیسرا یہ کہ اس سے با کے استعمال میں تضیع لازم آتا ہے یعنی با عبث معلوم ہوتی ہے اور کتاب حکمت میں ایسے ہرگز نہیں۔۔۔۔۔

اگر "اقرأ" سے اسم پاک کا پڑھنا مراد نہیں تو پھر کیا مراد ہے ابوحیان اندلسی، رازی، بیضاوی اور صاوی وغیرہ مفسرین نے لکھا کہ اس سے قرآن حکیم مراد ہے یعنی اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا

اے محبوب! اپنے رب کے نام سے قرآن پڑھو۔ اسم پر "با" کا ورود معناً تین احتمالات رکھتا ہے

پہلا احتمال یہ کہ

اقراء القران مفتحاً باسم ربک

قرآن پڑھیے! اپنے رب کے نام سے یعنی "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھیے پھر تلاوت شروع کیجیے۔۔۔۔۔"

"قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھ سے قریب آتا اس کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔۔۔!!"

دوسرا احتمال یہ ہے

اقرأ القران مستعیناً باسم ربک

اپنے رب کے نام کی مدد سے قرآن حکیم پڑھیے۔۔۔۔۔"

اور تیسرا احتمال یہ ہے

کہ یہاں حکم دیا گیا ہے کہ قرآن حکیم پڑھیے اور اپنے اس فعل کو محض اللہ کی رضا کے لئے مختص فرمائیے۔

آیہ لطیفہ میں اسمائے باری میں سے اسم پاک "رب" لایا گیا ہے اور ربوبیت کا مفہوم ہے کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد کے مطابق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچا دینا۔ ممکن ہے حسن ترکیب سے "حسن تربیت" کے مراحل لطیفہ کی طرف اشارہ مقصود ہو یعنی ایسا شخص جو اللہ رب حق کی تربیت نفس میں سونا جا بنا ہو وہ قرآن حکیم پڑھے مقصود حیات گوہر تابدار بن کر اسے مالا مال کر دے گا۔

کلام باری میں لفظوں کا تناسق روحانی لطائف کو کچھ ایسے حسن سے کھولتا ہے کہ جمالیاتی لذتیں قاریٔ قرآن کے بدن میں نور و نگہت کی ہزار ہا جنتیں گویا سمو دیتی ہیں۔

اللہ جل مجدہ کا اپنی ربوبیت کو حضور ﷺ کی طرف مضاف فرمانا یہ کہ رب تو وہ کائنات کے ریزہ ریزہ کا ہے لیکن "رب مصطفےٰ" کہنا حسن و عشق کے جلووں کو عیاں کرتا ہے۔ ہو نہ ہو اشارہ اس طرف ہو کہ جسے رب تعالیٰ کے جمال لاشریک کی خوشبو سونگھنی ہو پہلے وہ آستان نبوت کو آ کر چومے یہاں کی باریابی ہی رب کبریا کی معرفت کا وسیلہ عظمیٰ ہے۔ اس اضافت نے یہ لطیف نکتہ بھی واضح کر دیا کہ بعثت سے پہلے بھی حضور ﷺ کو اپنے رب کی معرفت حاصل تھی۔ اپنے رب کا نام لے کر شروع کرنے کا حکم ہی بتاتا ہے کہ "معرفت و عرفان" کی لذتیں پہلے ہی محبوب خدا چکھ چکے تھے جبھی تو جبل نور پر غار حرا میں کسی کا نام ورد زبان اور حرز جان بنائے ہوئے تھے۔

اسلام سے پہلے علم مخصوص طبقہ کی میراث تھی، عام انسان کیلئے نہ اس کی ضرورت سمجھی جاتی اور نہ ہی علم تک ان کی رسائی ہوتی

''اقرا'' وحی کی شعاؤں سے پھوٹنے والی روشنی کی وہ تابناک کرن ہے جو اسلام کے مزاج سے آشنا کراتی ہے۔ نوع بشر نے جب تمدن اور تہذیب کا نام بھی نہ سنا تھا۔ دین مبین کے مطلع پر علم و حکمت کا آفتاب اُجالے بانٹ رہا تھا۔ اسلام سے پہلے علم ایک مخصوص طبقے کی میراث سمجھا جاتا تھا عام انسان کے لئے نہ اس کی ضرورت سمجھی جاتی تھی اور نہ ہی علم تک انھیں رسائی حاصل تھی۔ ''اقرا'' ایک لفظ نہیں ایک تحریک ہے جس نے دنیا بھر میں اصلاحی کام کی قدریں متعین کر دیں اور علم کو مخصوص طبقات سے نکال کر دولت عام بنا دیا۔

''اقرا'' کے سماع سے مسلمانوں کے خوابیدہ بدن میں تحریکی شعاع پیدا ہونی چاہئے اور انھیں دنیا بھر سے بے خدا تعلیم کی ظلمتیں اور جہالتیں ختم کرنے کے لئے برسرپیکار ہو جانا چاہیے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے علم حاصل کرو اس لئے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے اور جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے وہ گویا اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور جو شخص علم کو پھیلاتا ہے وہ صدقہ دیتا ہے۔ (مسلم و ترمذی)

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ

اس نے پیدا کیا انسان کو خون کے لوتھڑے سے

علم اور تعلیم کی کرشمہ سازیاں
علم اور تعلیم کا مناطِ انقلاب
علم اور تعلیم کا منہاج تقدیر بدل
علم اور تعلیم کا جلوہ بے حجاب
قرآن حکیم نے انسان کو اس کی تاریخ یاد کروائی
وہ کیا تھا؟ اور وہ کیا ہوتا ہے؟
انسانی جسم کا ایک تخلیقی مرحلہ کہ وہ خون کا جما ہوا لوتھڑا ہوتا ہے اس کے اندر تکامل کی روح کارفرما کرنے کا وسیلہ متعین ہوا
کہ وہ یاد کرے اپنے خالق کو اور ادراک کرے اس بات کا
کہ اللہ کی ذات پر یقین و ایمان
ہی خون کے جمے ہوئے لوتھڑے میں
اعجاز نمائی کرے گا اور خاک کا ذرہ رشک مہر و ماہ ہو کر رہ جائے گا۔
اقرا سے اکمل ترین انسان بننے کا نصاب متعین ہوا
اور رسول انور ﷺ کو خطاب بتاتا ہے۔ الوہی دعوات نور انقلاب بداماں اسی کے لئے ہوتی ہے جو خلوص سے حضور انور ﷺ کو اپنا مرشد و مربی تصور کر کے ان سے وابستہ رہنے کی ریاضت حاصل کر لیتا ہے۔

حضور ﷺ کی عظمتوں کا ادراک انسان کے مشاھدے سے ماوریٰ ھے

انسان کی تخلیق محض ایک سادہ سے نقطے سے ہوئی اس کے اندازِ تخلیق سے اس کے بنانے والے کی معرفت مشکل نہیں ہوتی اگر ادراک یہ مختصر سی حقیقت تسلیم کرلے تو ارتقا کی ہر منزل خوش اسلوبی سے طے ہو جاتی ہے۔

ان آیات نے حضور انور ﷺ کی نورانی زندگی میں کیا اثر چھوڑا۔ اقرا کے جلووں نے حضور انور ﷺ کے وجود انور کو سراپائے ذکر بنا دیا تھا۔

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں

''رسول اکرم ﷺ نہایت ہی مکمل انسان تھے آپ کی گفتگو اللہ کا ذکر ہوتی آپ کی زبان سے نکلنے والا ہر حکم اور ہر ممانعت، اسلامی قوانین کی وضاحت اور دیگر ہدایات اللہ کا ذکر ہی ہوتیں۔ اللہ کے اسماء و صفات بیان کرنا۔ اللہ کے احکام و شریعت کے مسائل بیان کرنا، انجام بد سے ڈرانا، سب باتیں یادِ الٰہی ہی کے مختلف زاویے تھے۔ اللہ کی نعمتوں پر اس کی تعریف یا اس کی برتری اس کی حمد اس کی تسبیح اللہ کا ذکر ہی تو تھا۔ پھر اللہ سے مانگنا، دعا کرنا، اللہ کی طرف رغبت اور اس طے ڈرنا ذکر الٰہی کے مختلف انداز تھے۔ جب آپ خاموش ہوتے تو اس میں بھی یادِ خدا ہوتی۔ ہر وقت ہر حال میں آپ کے شعور میں ذات باری کی یاد سمائی ہوتی اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے اور سفر و حضر میں آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے''۔

قارئین! جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے لے کر ایک مکمل اور اکمل انسان بننے تک ضروری ہے عقیدہ صحیحہ کی حکمرانی قلب وذہن کی دنیا پر پوری طرح محیط ہو۔ جستجو اور طلب کی آگ بدن کے ہر ذرے کو طور کردے۔ انسان رب کو رب جان کر، رب مان کر "اقرأ" کی دنیا میں اترے اور اس کا شعور تربیت دل جمعی سے حضور ﷺ کے وسیلہ عظمیٰ کو اپنا مرشد جانے۔ کارگہ حیات کا ہر ذرہ اس کے لئے کھلی کتاب بن جائے اور اس طرح قرآن کا ہر حرف روشنی بن کر حقائق زندگی کی دولت کو بے حجاب کرتے ہوئے مذہب حق کی طرف بڑھنے والوں کا استقبال کرے۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ

پڑھ کہ تیرا رب ہر کریم سے زیادہ کریم ہے

آیت میں اقرأ مکرر لایا گیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اقرأ کا تکرار تاکید کے معنوں میں ہے۔ سبق میں وحدت ہے البتہ صفاتِ توحید بیان کرنے میں ندرت ہے۔ ممکن ہے یہ ندرت بیان ذہن میں قبولیت کی آمادگی پیدا کرنے کیلئے شگفتگی کا اہتمام ہو ویسے بھی محبوب کے حسن کو مختلف زاویوں سے دیکھنا نئی لذتوں سے ہمکنار کرتا ہے اور یوں ہی محبوب کے اوصاف حمیدہ کو نئے اسالیب کے قالب میں رکھ کر بیان کرنا شوق زیارت کی تسکین ہوا کرتی ہے۔ "اقرأ" کا ایک مرتبہ لانا اور رب تعالیٰ کی صفات کو کبھی خالقیت کے حوالے سے اور کبھی کرم کے حوالے سے بیان کرنا پڑھنے کی مشقتوں کو آسان کرنے کے لئے ہے اور حضور ﷺ کا ذکر منور تو دو سے بھی زیادہ مرتبہ ہوا اس لئے کہ مشکل نصاب کی تعلیم کے لئے اکمل معلم ہی تازہ جہاں پیدا کرسکتا ہے۔ آیت میں اصول ثلاثہ

> انسان جو نہیں جانتا تھا
> اللہ رب العالمین نے
> ایک ایک کر کے حضور ﷺ
> کو انسانوں کے لئے
> وسیلہ بنا کر سکھلا دیا

اللہ

رسول

قرآن پڑھنا

تکرار میں تاکیدی حکمتیں رکھتا ہے۔

"اکرم" پر رازی لکھتے ہیں

کہ اکرم وہ ہوتا ہے جس کی نوازش کسی فعل کا عوض نہ ہو

اکرم وہ ہے جسے نوازش پر کسی مدح وتعریف سے غرض نہ ہو

نیز اکرم وہ ہوگا کہ کسی کی تقصیر اس کے کرم کے سلسلہ میں تخفیف کا باعث نہ ہو بلکہ اس کے احسانات پیہم اور دائمی ہوں

اور

اکرم وہ ہوگا جو کسی کو مانگے بغیر عطا کرے۔

اس میں قرآن پڑھنے کی لامحدود اور پیہم جزاؤں کی طرف ایک خوبصورت اشارہ موجود ہے۔

الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

وہ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی

اس سورۂ عظیمہ کے ابتدائی حصہ سے قاری قرآن نے یہ بات سیکھ لی کہ دنیا و مافیہا ہر ایک کا خالق اللہ ہے۔ ہر چیز کو کمال تک وہی پہنچاتا ہے اس لئے کہ وہ رب ہے اور اس کی "ربوبیت" انقباض سے نہیں پالتی بلکہ اس کی پرورش میں عطا ہے، فضل ہے، عنایت ہے، نوازش ہے اس لئے کہ وہ ہر کریم کا خالق ہے اسی لئے وہ اکرم ہے صرف اتنی بات نہیں کہ وہ معطی ہے بلکہ اس نے بے پایاں علوم کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ ہر علم وہی سکھاتا ہے اس لئے وہ معلم بھی ہے لیکن وہ بلاواسطہ تعلیم نہیں دیتا اس سے لینے کے لئے، اس سے سیکھنے کیلئے اور اس سے پانے کے لئے وسائل ہیں، وسائط ہیں اور ذرائع ہیں اسی لئے اس نے تعلیم کا ذکر کیا تو قلم کا ذکر کیا۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں لوگ تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھنا جانتے ہوں اور شمشیر دو پیکاں کی زباں سے وہ واقف ہوں لیکن قرطاس وقلم کی قیمت نہ جانتے ہوں انھیں لکھنے پڑھنے کی اہمیت بتائی جارہی ہے اور پھر امت مسلمہ نے انسانی معاشروں میں جو کردار ادا کرنا تھا وہ لکھے پڑھے بغیر ممکن نہیں تھا اس لئے آغاز وحی کے موقع پر ہی امت کا تعلق پڑھنے اور لکھنے سے بنایا گیا۔

نوک قلم اور زبان دونوں میں بڑی مشابہت ہے۔ ہو نہ ہو قلم سے زبان رسول ﷺ مراد ہو اگر یہ نہ بھی ہو تو اوائل کی احادیث جو کتب روایات میں موجود ہیں کہ سب سے پہلے "جوہرہ" پیدا کیا گیا یا سب سے پہلے قلم کی تخلیق ہوئی یا پھر سب سے پہلے لوح بنائی گئی یا یہ کہ سب سے پہلے میرا نور بنایا گیا۔ صغریٰ کبریٰ ملانے سے نتیجہ یہی نکلے گا کہ عقل بھی وہی ہیں اور قلم بھی وہی ہیں اور نور بھی آپ ہی کا اسم گرامی ہے۔ نگاہ عشق و مستی میں اگر سب کچھ وہی ہیں تو معنیٰ یہی ہوگا وہ ذات کریم جس نے اپنے محبوب کے ذریعہ کاروان انسانیت کو ایک ایک چیز کی تعلیم دی۔

اس میں کیا شک ہے کہ عظمت و کمالات کے یہ تمام لطیف پہلو حضور انور ﷺ کی ذات مبارک میں موجود دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کی عظمتوں کا ادراک انسان کے مشاہدے سے ماورئی ہے۔

سید قطب نے کیا خوب لکھا ہے

"حضور ﷺ انسان کے مشاہدے سے اس طرح دور ہیں جس طرح کائنات میں کوئی کہکشاں دور ہوتی ہے۔ ایک شخص رصد گاہ میں بیٹھ کر دور سے اس کی طرف اشارہ کر سکتا ہے لیکن اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ یوں ہی کس کیلئے حقیقت محمدیہ کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے کیوں کہ یہ حقیقت انسان کے مشاہدہ اور ادراک سے بہت دور ہے۔"

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ علم کی نشر و اشاعت میں قلم کا کردار بنیادی ہے۔ قلم علوم و معارف کا نگہبان ہے، تاریخ و روایت کا محافظ ہے، نکات و لطائف کا مدرک ہے، افکار و نظریات کا پاسدار ہے، زبان و قران کا اتصال اس کا اعجاز ہے۔ دنیا بھر کے علمی کتب خانے اسی کی نوک کا کرشمہ ہیں۔

سید اسماعیل حقی نے کیا خوب لکھا

اذا اقسم الابطال یوماً بسفهم
وعدوہ مما یجلب المجد و الکرم
کفی قلم الکتاب فخراً و رفعته
مدی الدهر ان الله اقسم بالقلم

سچی آبرو کے اگر تم متلاشی ہو تو کتاب رحمت سے علم کے موتی چنو اور معلم کائنات کی اتباع میں آ جاؤ یہی تابندہ گوہر نشان عزت ہے

جب بہادر لوگ اپنی تلواروں کی قسمیں کھائیں اور انہیں مجد و کرم کا ذریعہ جانیں تو لکھنے والوں کے قلم کے لئے یہ اعزاز کافی ہے کہ اللہ نے قرآن میں قلم کی قسم کی ہے۔

کہتے ہیں دونوں جہانوں کی بنیاد قلم اور شمشیر پر ہے لیکن تلوار ہمیشہ قلم ہی کے تابع ہوتی ہے۔

آیت میں قلم کا وسیلہ معرفت باری کے جہاں سے باب کھولتا ہے وہاں علوم و فنون، اسرار و معارف اور انکشافات و ایجادات کی دنیا کو بھی مسخر کرنے کی ہمت عطا کرتا ہے۔

اُمت مسلمہ کے غیور فرزندو!

لکھنا پڑھنا تمھاری دولت ہے اس سے محروم نہ رہو۔ کامیابیوں کا زینہ یہی ہے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۝

اس نے انسان کو تعلیم دی جو وہ نہ جانتا تھا

علم کیا ہے؟

میر سید شریف جرجانی فرماتے ہیں

هو صفة يتجلى بها المذكور لمن قامت هو به قامت هي به

"علم ایک ایسی صفت ہے جس سے روشن ہو جاتی ہے وہ چیز کہ جس سے اس کا تعلق ہے"

معلوم ہوا یہ ایک روشنی ہے جو انسان کے اندر موجود ہو تو ہر شئی اس پر منکشف ہو سکتی ہے۔

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے وجود میں اس روشنی کا اہتمام اسی نے کیا جس نے اس کو پیدا کیا اس نور کی برکت سے علوم و معارف کی ان گنت دنیا میں حضرت انسان نے قدم رکھا تو ایٹم کا دل چیر لیا، سمندروں کی سرکش موجیں گویا اس نے مٹھی میں سمیٹ لیں، جلتی ہستی فضاؤں کو اس نے اپنا مرکب بنا لیا، حریم فطرت سے آواز آئی کائنات کو ریزہ ریزہ بنا کر ہتھیلی پر رکھنے کا شوق فراواں رکھنے والے انسان بھی

سوچا علوم کے یہ تازہ جہاں کس نے تجھے بخشے۔ ہاں اسی نے جس کی معرفت کا راز دقیقہ دان عالم حضرت محمد ﷺ نے غار حرا میں پایا، انہی نور کی چٹانوں میں یہ حقیقت انسان کو بتائی گئی۔ انسان جو نہیں جانتا تھا اللہ رب العالمین نے ایک ایک کر کے حضور ﷺ کو انسانوں کے لئے وسیلہ بنا کر سکھلا دیا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ آیت میں انسان سے مراد حضور ﷺ کی ذات گرامی بھی ہو سکتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اتنے علوم عطا کیے کہ جن کا احاطہ عقلیں نہیں کر سکتیں۔

> انسان کا شعور تربیت
> دل جمعی سے حضور ﷺ کو وسیلۂ عظمیٰ مانے
> یہی تسخیر عالم کا ذریعہ ہے

محمد بن فضل بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم تین ہیں

۱۔ علم من اللہ

۲۔ علم مع اللہ

۳۔ اور علم باللہ

علم باللہ معرفت ہے جس کے ذریعے انبیاء و اولیاء نے باری تعالیٰ کو پہچانا۔ یہ علم انبیاء اور اولیاء کے ذریعے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اور علم من اللہ علم شریعت ہے اس کے سکھانے والے علماء اور حکماء ہیں اور علم مع اللہ اولیاء کرام کے درجوں سے متعلق ہے۔ بقیہ تمام علوم انہی کی شاخیں ہیں۔ آیہ کریمہ میں ہر قسم کے علم کا مرجع اللہ کی ذات قرار دی گئی ہے۔ اسی نے سکھایا ہے اور وہی سکھاتا ہے اور بے شک اس نے معلّمی کا قلمدان رسالتمآب ﷺ کے سپرد فرما دیا ہے اب جس کو جو چاہیئے اسے حضور ﷺ کی دہلیز پر بوسہ زن ہونا پڑے گا۔ اس لئے کہ انھوں نے اللہ کی مرضی ہی سے اعلان فرمایا۔ "بعثت معلما" میں معلم بنا کر مبعوث کیا گیا۔

تفسیر کا یہ انداز دو آیتوں کی حقیقت پوری طرح کھول دے گا۔

علم کی نسبت جب حضور ﷺ سے ہوگی تو آیت بتائے گی

علم الانسان ما لم یعلم

اور جب عام انسان کی طرف علم کو منسوب کیا جائے گا تو یہی کہا جائے گا **وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۵**

اور نہیں دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا۔

كَلَّآ إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰٓ ۝ أَن رَّءَاهُ اسْتَغْنَىٰٓ ۝

ہرگز نہیں بے شک انسان سرکشی کرتا ہے یہ کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے

قرآن مجید کے اس حصہ سے پہلے پانچ آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بے بہا روحانی نعمتوں کا بیان ہے جن پر اعتقادی، قولی اور عملی تشکر انسان کو انسان مرتضےٰ کے مقام پر فائز کر دیتا ہے لیکن وہ لوگ جو کتاب و رسالت کے مکتب محبت کے پروردہ نہیں ہوتے ہیں اور ان کی عقل نور وحی کے سایے میں فیصلے نہیں کرتی اور انھوں نے اپنی دل کی دھڑکنوں میں معلم کائنات، مرشد کائنات ﷺ کے پیار کا چراغاں نہیں کیا ہوتا، ناشکری کا مرض انھیں اندر سے نچوڑ لیتا ہے اور سرکشی اور طغیان کا شیطان ان کے تختۂ وجود پر رقص کرنے لگ جاتا ہے۔

بات یہ نہیں کہ وہ حقیقتاً بے نیاز ہوتے ہیں بلکہ تمرد اور سرکشی انھیں اس زعم باطل میں گرفتار کر لیتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتے ہیں یعنی ان کی ڈھٹائی انہیں ان گنت مغالطوں کا شکار کر لیتی ہے اور وہ بے وقوف آہستہ آہستہ جوہر انسانیت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

رازی، بیضاوی، شیخ زادہ، قرطبی اور خازن وغیرہ مفسرین لکھتے ہیں کہ انسان سے مراد ابو جہل ہے اور یہ بھی کہا کہ انسان سے جنس مشرکین مراد ہے ہر وہ شخص جو اسلام کا نظام تربیت قبول نہ کرے وہ طاغوت اور سرکش ہے۔

امام رازی نے یہاں یہ ایک خوبصورت نکتہ اٹھایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرعون نے دعویٰ ربوبیت کیا اور اس کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا

اذهب الى فرعون انه طغى

فرعون کی طرف جائیے بے شک وہ سرکش ہو گیا۔۔۔۔۔

اور یہاں آیت متذکرہ میں ابو جہل کے لئے "لیطغی" کہا گیا بلکہ یہاں تاکید کیلئے لام بھی داخل کیا گیا۔

پڑھنا اور علم حاصل کرنا
مذہب کی جان ہے
جبکہ قلم زندگی کی اساس ہے

رازی جواب دیتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب جانے کا حکم ہوا اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے ابھی فرعون کو دعوت دینے کے لئے ملاقات نہ کی تھی اور نہ ہی فرعون نے دعویٰ ربوبیت بھی نہیں کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے دلائل بھی پیش نہیں فرمائے تھے اس کے برعکس ابوجہل کا رویہ تو دعوت سننے کے بعد قبیح عداوت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ داعی میں بھی تو فرق ہے وہاں موسیٰ تھے یہاں رسول اکرم ﷺ ہیں۔ منکر موسیٰ سرکش ہوگا اور منکر مصطفےٰ مہا سرکش، ممکن ہے یہ وجہ بھی ہو کہ فرعون نے صرف دعوت کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا جبکہ ابوجہل نے تو حضور ﷺ کو شہید کرنے کی سازش بھی کی تھی۔ فرعون نے موسیٰ سے پہلے اچھا برتاؤ کیا اور آخر میں "آمنت" کہہ دیا لیکن ابوجہل کے بال بال کے نیچے حسد رہا اور آخر وقت میں اس نے یہ کہا محمد ﷺ کو یہ بات پہنچا دو کہ میں موت کے وقت بھی یہ کہتا ہوں کہ مجھے سب سے زیادہ ناپسند معاذ اللہ محمد ﷺ ہیں۔

اپنے آپ کو بے نیاز سمجھنے پر علامہ قرطبی لکھتے ہیں

ای لآن رای نفسه استغنی ای صار ذل مال و ثروة

یعنی مشرک انسان اس لئے سرکش ہوئے کہ وہ دولت مند تھے اور وہ دولت ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے۔ قرآن مجید سمجھاتا ہے کہ عزت و عظمت کا ذریعہ دولت نہیں اللہ اور اس کے رسول اور اسلام سے تواضع بھرا تعلق ہے۔

باوقار لوگ ہمیشہ دولت کے مفاسد سے بچتے ہیں حضرت سلمان علیہ السلام جب بھی فقرا اور نادار لوگوں میں بیٹھتے فرماتے مسکین مسکین کے ساتھ بیٹھا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ قابل توجہ ہے یہ بات کہ آغاز سورت علم اور دین کی مدح کرتا ہے اور آخر سورت مال اور ثروت کی مذمت کرتا ہے اصل میں دنیا اور ثروت سے بے نیاز ہو کر "دین و علم" کو اختیار کرنے کی خوبصورت دعوت ہے۔

قارئین! کتاب رحمت ہمیں سکھلاتی ہے کہ یہی آبرو ہے اگر تم متلاشی ہو تو کتاب رحمت سے علم کے موتی چنو اور معلم کائنات کی اتباع میں آجاؤ یہی تابندہ گوہر نشان عزت ہے۔

آبروئے ما ز نام مصطفےٰ است

اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰىؕ

بے شک تیرے رب ہی کی طرف پلٹنا ہے

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے متمردین اور سرکش لوگوں کو تہدید کی کہ سب کی بازگشت تیرے پروردگار کی طرف ہوگی۔ ہر ایک نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اور سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے کیونکہ اللہ کے سوا کسی کا کوئی مرجع نہیں ہر ایک کی جائے پناہ اسی کا اسم گرامی ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰىۙ عَبْدًا اِذَا صَلّٰىؕ

مجھے بتا کیا وہ شخص جو منع کرتا ہے۔ بندہ خدا کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

ابوجہل کے دماغ میں تمرد اور سرکشی ابھری اس کا غرور اور خود پرستی اسے دجل و فریب کی فضا میں کھینچ لائی وہ سمجھ بیٹھا کہ شاید اس کا مال اور اثر رسوخ راہ حق پر چلنے والوں کو روک لے گا۔ وہ بندگانِ عشق کی جفا کیشیوں سے ناآشنا تھا۔ اسے جنون محبت کی کراهتوں کا اندازہ بالکل نہیں تھا۔ اس کا جہل اور ادراک نابود اس لذت و نشاط اور سرور و انبساط سے ناآگاہ تھا جو رسوم وفا نبھانے کی راہوں میں حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس نے فیصلہ کیا وہ حضور ﷺ کا سر ناز سجدہ کیلئے زینت آرائے خاک نہیں ہونے دے گا۔ وہ انہیں روکے گا طاقت سے، فریب سے، سرکشی سے اور سماج کی پوری قوت کے استعمال سے۔ وہ اس مقام پر پہنچا ضرور جہاں حضور ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ قریب ہوا لیکن پیچھے ہٹ گیا لوگوں نے پوچھا ابوجہل! تمھاری حالت بگڑ چکی ہے لگتا ہے خاک زمین تیرے چہرے پہ چھا گئی ہے۔ سہمے سے انداز میں بولا میرے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھ سے قریب آتا اس کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا۔۔۔۔!!

قرآن مجید کی گرفت اس ذہن پر ہے جو حق سمجھ نہیں سکتا۔ کتاب نور کی تعریض اس دل کی حالت بتاتا ہے جو جمالیاتی حس سے محروم ہو گیا

ہو۔صحیفہ رحمت کی حیرانگی ان فیصلوں پر ہے جو وادی رحمت میں رہنے کے باوجود نور و رحمت سے خالی ہوتے ہیں۔

دو آیتوں میں دراصل دو منظر ہیں۔۔۔!!

ایک شخص ہے جو خیر سے روکنے پر تلا ہوا ہے۔

اور دوسرا ایک نورانی اور روحانی کردار ہے جو ہر رکاوٹ کے باوجود بندگی کی علامت عظیمہ یعنی اقامت نماز پر مستقیم ہے۔

حضرت رابعہ بصری سے پوچھا کہ عبادت کا کیا حال ہے فرمانے لگیں صرف دو رکعتیں مگر ان کا وضو صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے گرم گرم لہو سے منہ نہ دھولو۔

کسے کہ تشنہ وصل است، باکوثر نمی سازد
بہ آب خضر اگر عاشق رسد لب تر نمی سازد
الفت خطرناک است، بپہنائش نظر درکن
دراں وادی کہ عشق اوست تن باسر نمی سازد

أَرَءَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰٓ ۝ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰٓ ۝

ذرا بتلاؤ اگر یہ بندہ طریق ہدایت پر ہو۔ یا وہ تقویٰ کا امر کر رہا ہو۔

شیخ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن حکیم پڑھنے والے کو ان آیات کا مخاطب قرار دے کر ذہن و وجدان میں تحریک پیدا کی ہے اور اس شخص کا حال عجب قرار دیا جو اسباب ہدایت کی فروزاں روشنیوں کے باوجود اطافت دعوت سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے۔۔۔ نماز سے روکنے والا۔۔۔ نیکی سے منع کرنے والا۔۔۔ ہدایت کے چراغوں کو گل کرنے والا۔۔۔ اقدار عالیہ کے نشانات مٹانے والا۔۔۔ اور یہ ادراک رکھنے کے باوجود کہ جسے بر و احسان اور ذکر و صلوٰۃ سے منع کیا جا رہا ہے یہ سادی سی بات نہیں کہ محض نمازی ہے وہ سمجھتا ہے کہ ستارے روشنی اسی سے طلب کرتے ہیں، ہدایات کے نشانات اسی کے پائے ناز کا صدقہ ہیں، تقویٰ اسی کی اداؤں کا نام ہے۔ تکوین و تشریع میں اسی کے احکام قطعی ہیں۔۔۔ بجلیاں اس کے اشاروں پر کوندتی ہیں۔۔۔ وشت و جبل میں اسی کی عظمتوں کی اذانیں گونجتی ہیں۔۔۔ کتنا بدبخت شخص ہے وہ جو اسے دھمکانے کہ میں نماز نہیں پڑھنے دوں گا۔۔۔ ابوجہل ہو یا ابوجہلی ذریت۔۔۔ قرآن حکیم سب کا محاکمہ کرتا ہے اور ان کی سوچوں، ارادوں اور رویوں کی تمریض اور تضعیف قاری قرآن کے سامنے رکھ دیتا ہے تاکہ قیامت تک قرآن پڑھنے والے سوچوں میں ضعف لانے کے مرض سے بچے رہیں اور مقام بندگی جانیں اور اس بندہ خدا کی شان بھی سمجھیں جسے اگلوں پچھلوں کے لئے اللہ نے ہدایت و تقویٰ کا مرجع بنا دیا ہے۔

أَرَءَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰٓ ۝ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ۝

بھلا کہو اگر اس نے تکذیب کی اور پھر گیا۔ کیا وہ جانتا نہیں کہ تحقیق اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

ابن کثیر نے کہا اس سے مراد ابوجہل لعین ہے جس نے حضور انور ﷺ کو بیت اللہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا اللہ تعالیٰ نے کلام جمیل سے اسے سمجھایا جس کو تو منع کرتا ہے بتا ذرا اگر وہ ہدایت پر ہوا پھر تو تو نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا کیا وہ سادہ سی بات بھی نہ جان سکا کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے یعنی بندہ حق کو بھی دیکھ رہا ہے اور اس طاغی کو بھی جس نے نماز و تقویٰ سے منع کرنے کا جرم کریہہ سرانجام دیا۔۔۔!!

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں آیات ماسبق میں تمام تر خطابات رسول کریما کو بھی ہو سکتے ہیں مراد ہو گی اے محمد ﷺ آپ نے دیکھا کہ اگر یہ کافر اور طاغی ہدایت پر قائم ہو جائے اور تقویٰ کا حسن اپنا لے تو اس کے حق میں کفر سے بہتر، یہی طریق تقویٰ ہے گویا یہاں کافر کے حق میں افسوس دلایا گیا ہے۔

قرآن حکیم کا حسین اسلوب ہے کہ وہ تضاد اور ترادف دونوں سے مفہوم حق کو ابھارتا ہے یہاں مقصود یہ ہے کہ قاری قرآن اس بات کا ادراک کرلے کہ وہ شخص جو احسان دشمن ہو اور لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی راہوں سے روکتا ہے اس کا چہرہ کتنا ظلمت زدہ ہوتا ہے اور وہ اپنی اس نوعیت کی حرکت سے انسانیت کی کس قدر تذلیل کرتا ہے اور وہ شخص جو یہ دکھ جھیلے، مصیبت برداشت کرے لیکن صدق و اخلاص کی راہ نہ چھوڑے یہ استقامت ہی اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

ان آیات میں اس مفہوم پر زور دیا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے" انسانی علم کی معراج یہی ہے کہ وہ مان لے کہ اللہ ہر ایک کو ہر وقت ہر

حالت میں دیکھتا ہے۔ یہ جملہ منکرین کے لئے تہدید بھی ہے اور پیاروالوں کے لئے ترغیب کا حسن بھی رکھتا ہے اور الجھے ہوئے انکار کے لئے منزل تصدیق بھی متعین کر دیتا ہے۔ دعوت کتاب بس یہ ہے کہ قرآن کا یہ جملہ عقیدہ اور ایمان بن جائے کہ اللہ ہر ایک کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے-----!!

كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝

ہرگز نہیں اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کی پیشانی پکڑ کر کھینچ لے جائیں گے۔ جھوٹی خطا کار پیشانی

كَلَّا

ہرگز نہیں

کافر وملحد کے اندر کوئی خوبی نہیں تو بندہ حق کو کبھی مداہنت نہیں کرنی چاہیئے بلکہ صدق وصفا کے پرچم برداروں کو ہر قسم کی گندگی سے لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

یا یہ کہ کفر وفسق کے گرویدہ لوگوں کو اپنی سفلی حرکات سے باز آ جانا چاہیئے۔

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ

اگر وہ کفر وعناد اور استہزا وبدتمیزی سے باز نہ آئے تو ہم انھیں پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

امام رازی لکھتے ہیں

''سفع'' کا ایک معنی شدید گرفت میں لینا ہوتا ہے۔ مفہوم آیت یہ ہوگا کہ ہم اپنے محبوب کے گستاخ کی خطا کار اور جھوٹی پیشانی سے پکڑ کر جہنم رسید کریں گے۔

''سفع'' کا دوسرا مفہوم طمانچہ مارنا بھی ہوتا ہے یہاں ابوجہل کے لئے اس لفظ کا استعمال اسے ذلیل کر کے اس کے منہ پر طمانچے مارنے کے معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔

یہ لفظ سیاہ کرنے اور کالا کرنے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

رازی نے ناک اور پیشانی پر داغ دینے کا معنی بھی نقل کیا ہے۔

الفاظ کا برجستہ استعمال اور معنویت سے لبریز کلمات دراصل اس ذلت اور رسوائی کو قاری قرآن کے سامنے لانے کے لئے ہیں۔ جو رسول کریم ﷺ کے گستاخی کرنے والے کا منطقی انجام ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ ذلت دنیا میں بھی اپنی گرفت میں لے سکتی ہے اور آخرت میں تو ہر گستاخ ان ذلتوں اور رسوائیوں میں گھرا ہوا ہوگا۔

یہاں مفسرین نے ایک لطیف حکایت بیان کی ہے

سرکار عالمیاں ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا

''کون ہے جو سورۃ الرحمان قریش کے روبرو جا کر سنائے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھے اور یہ کام کرنا چاہا ضعیف اور کمزور بدن کے مالک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ہدف تک جا پہنچے اور روٴسائے قریش کے سامنے سورۃ الرحمان سنانی شروع کر دی۔

ابوجہل نے اٹھ کر ابن مسعود کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا جس سے آپ کا کان پھٹ گیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے مضروب بدن سے خون جاری تھا اور آپ کی آنکھیں فرط محبت سے جاری ہونے والے آنسوؤں سے لبریز تھیں۔

جبرائیل آئے اور وہ ہنس رہے تھے۔

رحمت عالم ﷺ نے استفسار کیا ''تم ہنس رہے ہو جبکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں''؟

جبرائیل عرض کرنے لگے آپ کو عنقریب اس کی وجہ معلوم ہو جائے گی۔

کچھ عرصہ بعد غزوہ بدر میں مسلمانوں کو کامیابیاں ملی اور مشرکین ذلیل ہوئے۔۔۔ ابن مسعود نے اچانک دیکھا کہ ابوجہل کی سانسیں اس کے گلے میں پھنسی ہیں۔ آپ نے نیزہ اس کی ناک پر مارا اور اس کی گردن پر چڑھ گئے۔ ابوجہل نے کہا کس قدر بلند مقام پر بیٹھے ہو۔ عبداللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا" اسلام غالب آئے گا کوئی بھی چیز اسلام سے بلند نہیں۔ ابوجہل نے پھر حضور انور ﷺ کے کچھ گستاخانہ کلمات کہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کاٹ دی اور سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ خطا کار پیشانی کو گھسیٹنے کا مفہوم دنیا میں یوں پورا ہوا۔ حضور انور ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تھا" میرے زمانے کا فرعون موسیٰ کے فرعون سے بدتر ہے"

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝

پھر وہ اپنے اہل ندوہ کو پکارتا رہے۔ ہم بھی عنقریب دوزخ میں عذاب دینے پر مامورین کو بلائیں گے۔

سرکش انسانوں کی تمام ترخرمستیاں، دولت کی کثرت، خوشحال زندگی کی بے قاعدگیوں اور ان کی محفل میں بیٹھنے والے منہ زور اور متکبر دوستوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ زندگی کی ہر افتاد کا مقابلہ دولت اور دوستوں کی مدد سے کرلیں گے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ایک سرد جھونکا ہی سارے خمار کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔

نادیہ نادی سے ہے اور اس کی اصل ندا ہی ہے۔ ہر محفل اور مرکز تفریح نادیہ کہلاتا ہے یہاں ایک محفل میں بیٹھنے والے ضرورت کے وقت ایک دوسرے کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔

ہوا یہ کہ ابوجہل نے رسول ﷺ کو حرم میں نماز پڑھتے دیکھا اور کہا اے محمد ﷺ کیا میں نے تجھے اس کام سے منع نہیں کیا تھا حضور ﷺ نے اسے جھڑکا اور دھتکار دیا اس پر ابوجہل نے سرکشی سے کہا کیا تمھیں معلوم نہیں اس ملک میں میری قوم اور قبیلہ سب سے زیادہ اور قوت والا ہے۔۔۔ قرآن کریم نے کہا کہ پھر تو دیکھ ہم بھی عذاب پر مامور فرشتوں کو بلاتے ہیں۔

كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ سجدہ

ہرگز نہیں تو اس کی اطاعت نہ کر اور سجدہ کر اور قرب پا

اے قاری قرآن! تو کسی منع کرنے والے کی پرواہ نہ کر۔۔۔

کسی کی جمعیت سے نہ ڈر۔۔۔ کسی کی قوت کا خوف نہ لا۔۔۔

کسی کی دھمکیوں سے مرعوب نہ ہو۔۔۔ عبادت سے منع کرنے والوں کی سازشیں بودی اور کمزور ہیں۔ سجدہ کر، نماز پڑھ، اللہ ہر حالت میں تیری حفاظت کرنے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے۔ اس وقت کی دعائیں اسے اللہ سے قریب کردیتی ہیں۔

قارئین! یہ سورت اسلامی تربیت کے جو خوبصورت نکات دیتی ہے ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

ربوبیت پر ایمان ہر تربیت کی اصل ہے۔۔۔!!

حضور انور ﷺ کا وسیلہ ہر نعمت اور تعمیر کا شہ باب ہے۔۔۔!!

پڑھنا اور علم حاصل کرنا مذہب کی جان ہے۔۔۔!!

قلم علمی زندگی کی اساس ہے۔ اس سے تعلق کے بغیر علم کو محفوظ نہیں کیا جاسکتا۔۔۔!!

کتاب، نور، حضور انور ﷺ سے تعلق ہر علم کا دروازہ کھول سکتا ہے۔

تکبر اور سرکشی انسانی شخصیت کو پائمال کردیتی ہے۔۔۔!!

خود پرستی محرومیوں کا مقدمہ ہے۔۔۔!!

رب کی طرف رجوع کا عقیدہ صلاحیت ساز ہے۔۔۔!!

عبادت سے منع کرنا خود کو کمزور کرنا ہے۔۔۔!!

ہدایت و تقویٰ کی قدر دانی دانا ہونے کی علامت ہے۔۔۔!!

ہر حال میں اللہ دیکھتا ہے، یہ عقیدہ کذب سے بچاتا ہے۔۔۔!!

راہ مستقیم کے دشمن کو اچھا جاننا ہلاکت ہے۔۔۔!!

ضد اور ہٹ دھرمی آدمی کو ذلیل کردیتی ہے۔۔۔!!

دنیا کی جمعیت کچھ نہیں بھروسہ اللہ پر ہونا چاہیئے۔۔۔!!

اللہ کا قرب اطمینان کا سرچشمہ ہے۔۔۔!!

اللہ تعالیٰ ہمیں سب روحانی دولتیں عطا فرمائے اور اسلام کی حقیقی راہ نصیب فرمائے۔۔۔ آمین

✿✿✿

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

حافظ شیخ محمد قاسم

حضرت عبداللہ بن مبارک کے غلام پر کفن چور ہونے کا الزام لگ گیا۔ ابن مبارک کو پتہ چلا تو آپ بہت غمگین ہوئے۔ ایک رات آپ چپکے چپکے غلام کے پیچھے ہو گئے۔ رات کا ایک حصہ گذرا تو غلام قبرستان گیا اور ایک قبر کھودی جس میں سے ایک محراب نمودار ہوئی، غلام نماز کے لیے کھڑا ہو گیا، عبادت کی اور گلے میں ٹاٹ کی گدڑی ڈالے سربسجود ہو کر زاروقطار رویا، صبح ہوئی تو قبر بند کی اور مسجد کی طرف بڑھ گیا۔ نماز کے بعد غلام نے دعا کی الٰہی! اب دن چڑھ آیا ہے میرا آقا مجھ سے دام طلب کرے گا تو ہی میری عزت کا محافظ ہے۔ معاً چاندی کا ایک دام غلام کے آگے گرا، یہ دیکھ کر ابن مبارک تڑپ گئے اور غلام سے پیار کیا اور فرمایا! ایسے غلام پر ہزار جانیں قربان۔ غلام نے دعا کی اے اللہ! اب میرا راز ظاہر ہو گیا ہے میرا زندہ رہنا مناسب نہیں، روح نے اللہ اکبر کہتے ہی پرواز کی۔ عبداللہ بن مبارک نے ٹاٹ کی گدڑی میں ہی دفن کر دیا۔

عبداللہ بن مبارک نے غلام کو دفنا دیا یہ کہتے ہوئے کہ اس پر ہزار جانیں فدا

رات حضور انور ﷺ خواب میں آئے اور فرمایا میرے دوست کو ٹاٹ کی گدڑی میں دفن کیا؟

اللہ والوں کے ماجرے عجب ہوتے ہیں۔ آدھی رات کے بعد اُن کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ شاہ جی ہمیشہ دوستوں میں گھل مل کر رہتے ہیں، بعض اوقات معمولات سے لگتا ہے کہ شاہ جی اس دنیا کے آدمی نہیں اور بعض اوقات محسوس ہوتا ہے کیا شاہ جی کبھی رات کو سجادہ پر قائم بھی ہوئے ہوں گے یا نہیں۔ سرما کی طویل راتوں میں کئی بار ایسے ہوا کہ مجھے دو سو کلومیٹر گاڑی چلانی پڑی۔ شاہ جی کسی بوسیدہ قبرستان میں ٹوٹی ہوئی قبر پر کھڑے ہوئے لگا۔ جیسے آپ خود کلامی میں مشغول ہوں۔ ایسی ہی ایک رات آپ نے عبداللہ بن مبارک کی یہ حکایت سنائی اور فرمانے لگے:

دل بدست آور کہ حج اکبر است
ایں ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ تعمیر خلیل اطہر است
دل تجلی جلیل اکبر است

آنکھیں سرخ، لہجہ گرجدار اور اسلوب کوہستانی، سیدہ ولیہ عارفہ سارہ نے کہا پاؤں آبشار کے نیچے رکھو

شاہ جی کا چہرہ روشنی سے دمک رہا تھا، اُن کے وجود میں جیسے روشنیاں کھب سی گئی ہوں، چاندنی دیکھ کر شاہ جی اکثر جن مسرتوں میں نہائے لگتے ہیں وہ پوری طرح عیاں تھیں۔ آپ نے ایک مزار دیکھا اور فرمایا یہ مزار ایک خاتون سیدہ ولیہ عارفہ کا ہے جن کا اسم گرامی سارہ خاتون تھا اور یہ سید غلام مصطفےٰ شاہ الحسینی الباکری کی سگی بہن تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں میں نے خواب میں دیکھا، ایک آب جو میں پاؤں ڈالے بیٹھی تھیں، آنکھیں سرخ، لہجہ گرجدار اور اسلوب کوہستانی تھا، مجھے بعالم جلال بلایا اور فرمایا! پاؤں آبشار کے نیچے رکھو اور پانی میرے پاؤں پر ڈالنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بعد فرمانے لگیں جاؤ! اللہ اللہ کرو اگر میں ایسے نہ کرتی تو تم مجذوب ہو جاتے۔ اب اللہ کی مخلوق کی خدمت کرو اللہ تمہیں عزت سے نوازے گا لیکن غفلت سے بچنا اور ذکر میں کثرت برتنا۔

٭٭٭

نیکی کی قیمت

جنت کا رنگ و روغن

حافظ شیخ محمد قاسم

پاکستان کے وسیع کھیتوں، صحراؤں، پربتوں اور کوہستانی سلسلوں میں بل کھاتی سڑکوں اور شاہراہوں پر مجھے شاہ جی کی نوکری میں تقریباً دس سال گاڑی چلانے کی سعادت میسّر رہی۔ وہ لمحہ میری یادوں اور من پسند کہانیوں میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جب مجھے درسِ نظامی کی تکمیل پر شاہ جی نے جبہ، سند اور دستار عطا فرمائی تو میرے دل کی دھڑکنوں نے ابا کیا جذبے صورت سوال تیخ پڑے، یہ سب کچھ واپس لے لیا جائے اور مجھے گاڑی چلانے کی سعادت پھر سے عطا کر دی جائے۔۔۔۔۔۔ میں بڑا بخت مند انسان ہوں، وڈیروں، سلطانوں، وزیروں اور مشیروں سے دور رہا اور ایک سیدزادے کی صحبت، غلامی، نوکری اور مصاحبت اعزاز زندگی بن گیا۔

ہمارے ایک دوست ہیں ذوالفقار صاحب کھا سنگھ سٹیٹ میں رہائش پذیر ہیں۔ شاہ جی ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دن گیارہ بجے کا وقت ہوگا، سامنے دیکھا ایک شخص خوانچہ لگائے تھا، ایک موٹر سائیکل سوار نوجوان تیزی سے گذرا اور زور سے خوانچہ فروش کو ٹکر ماری اور غائب ہو گیا۔ شاہ جی گاڑی سے اترے اور میرے ساتھ گلی میں اس غریب کا توشہ زندگی سڑک سے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور مجھے فرمایا کہ اس کا جتنا نقصان ہوا ہے اس سے دس گنا زیادہ رقم اسے ادا کر دو، جب میں پیسے لے کر اُس خوانچہ والے کے پاس پہنچا تو اُس نے مجھے بھی صلواتیں سنائیں اور شاہ جی کو بھی گالیاں دینے لگ گیا۔۔۔۔۔۔ میں نے عرض کی شاہ جی دھکا اس غریب کو کسی اور نے مارا ہمیں نیکی کا صلہ گالی گلوچ اور سب و شتم کی صورت میں ملا۔

نیکی اگر مہنگی نہ ہوتی تو اس سے جنت کا رنگ و روغن کیسے بنتا

شاہ جی سنے ہولے ہولے قدم گاڑی کی طرف بڑھائے اور پھر خود گاڑی چلائی۔ ذوالفقار صاحب کے گھر سے واپسی ہوئی۔ آنکھوں میں سرخی اتری تھی اور پیشانی کی رگ پھڑک رہی تھی اور آپ اپنی موٹی موٹی انگلیاں ڈاڑھی میں ڈال کر جیسے شانہ فرما رہے ہوں فرمانے لگے۔۔۔۔۔

شیخ صاحب آپ کے چہرے کا رنگ کیوں اترا ہوا ہے، نیکی اگر مہنگی نہ ہوتی تو اس سے جنت کا رنگ و روغن کیسے بنتا۔ دل میں برداشت اور روح میں حوصلہ نہ ہو تو ترقی کے زینے طے نہیں ہوتے۔ نفس جتنا ملامت سے ٹوٹتا ہے کسی ورد و وظیفہ سے بھی اس میں شکستگی نہیں آتی۔ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے واقعہ میں ہمیں دس انعامات سے نواز دیا۔۔۔۔۔!

☆ مسلمان کے ساتھ ہمدردی کا ثواب ملا۔۔۔۔۔!

☆ وقت اسلامی تعلیمات پر عمل میں بسر ہو گیا۔۔۔۔۔!

☆ رسول اللہ ﷺ کی غریب پروری کی سنتِ بیضا پر عمل حاصل ہوا۔۔۔۔۔!

☆ گالی گلوچ برداشت کرنے سے نفس کی تربیت ہوئی۔۔۔۔۔!

☆ بُرا بھلا کہنے والے نے نفس کو ملامت کیا اس سے نفس ٹوٹا۔۔۔۔۔!

☆ ٹکر مار کر بھاگ جانے والے کے عمل نے دل میں احساس پیدا کیا ظلم و جفاکشی بُری چیزیں ہیں۔۔۔۔۔!

☆ نامہ اعمال میں روشنی آئی۔۔۔۔۔!

☆ اللہ اور حضور ﷺ کا دین یاد آیا۔۔۔۔۔!

☆ دل میں جمعیت پیدا ہوئی۔۔۔۔۔!

☆ شیطان رسوا ہوا۔۔۔۔۔!

اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ فقرا کے راستے پر استقامت نصیب فرمائے۔

اُس نے مجھے بھی صلواتیں سنائیں اور شاہ جی کو بھی گالیاں دینے لگ گیا

نفس جتنا ملامت سے ٹوٹتا ہے کسی ورد و وظیفہ سے بھی اس میں شکستگی نہیں آتی

❁❁❁